مودودی صاحب کے رسالہ "ختم نبوت"

پر

علمی تبصرہ

اور

ان سے چند سوالات!

از محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری

تعداد پانچ ہزار — بار — دوم

اشاعت .... ۱۳۴۹ہش / ۱۹۷۰ء

الناشر: ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ پنجاب

پیش لفظ

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے انتخابات کے موقعہ پر جماعتِ احمدیہ کے خلاف اپنا رسالہ "ختمِ نبوت" ہزارہا کی تعداد میں شائع کرواکر جماعت احمدیہ پر منکر ختمِ نبوت ہونے کا جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اور مسلمانوں میں نفرت پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ ہم اس رسالہ پر علمی تبصرہ الیکشن گذر جانے کے بعد شائع کر رہے ہیں تا اس کی مذہبی حیثیت میں کسی سیاسی غرض کا شائبہ نہ پایا جائے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں ہمارا عقیدہ ہے:-

(ا) "ہم اس بات پر سچا ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"
(ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

(ب) "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں سوائے اسکے جو آپ کے نور سے منور ہو۔ اور اس کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو۔" (الاستفتاء ص۲۲ ۱۹۰۷ء)

جمہور علمائے اُمت بھی مسیح موعود کو بموجب حدیث نبوی اُمتی نبی تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ایک گروہ مسلمانوں کا مسیح کے نزول کی حدیثوں سے امام مہدی کا مثیلِ عیسیٰ ہونا مانتا چلا آیا ہے۔ (اقتباس الانوار ص۵۲)

جماعت احمدیہ بھی اس سچائی پر قائم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید کی آیاتِ بیّنات کی رُو سے وفات پا چکے ہیں اور نزولِ مسیح سے ان کے مثیل کی آمد مراد ہے۔

عالی مرتبت علامہ محمود الشلتوت جو ازہر کی دینی یونیورسٹی کے ریکٹر ہیں لکھتے ہیں:-

"قرآن کریم اور صحیح و مستند احادیث میں ہمیں ہرگز کوئی ثبوت نہیں ملتا جس پر ہم اس عقیدے کی بنیاد رکھ سکیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ اب تک وہاں بقیدِ حیات موجود ہیں اور اُس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک وہ آخری زمانہ میں زمین پر نہ آجائیں۔"[1] (مجلۃ الازہر فروری ۱۹۶۰ء)

---

[1] اس مضمون کا مکمل متن اور ترجمہ "رفع عیسیٰ علیہ السلام" کے نام سے ہمارے دفتر سے مفت مل سکتا ہے۔

علامہ محمود الشلتوت سے پہلے مفتی دیارِ مصریہ علامہ رشید رضا مرحوم فرما چکے ہیں :-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہندوستان میں ہجرت کر کے وہاں وفات پا جانا عقل و نقل کے خلاف نہیں۔" (رسالہ المنار جلد ۱۵ صفحہ ۹۰۰ و صفحہ ۹۰۱)

علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

"احمدیوں کا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی طرح وفات پا چکے ہیں اور ان کی دوبارہ آمد کا مطلب یہ ہے کہ روحانی لحاظ سے ان کا مثیل آئے گا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"

(آزاد ۶ / اپریل سنہ ۱۹۵۱ء تحریک احمدیت و ختم نبوت)

مودودی صاحب کو دعوت

مودودی صاحب اپنے رسالہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مادی جسم کے ساتھ آسمان سے اترنے کی اُمید دلاتے ہیں۔ آسمان سے مادی جسم کے ساتھ اُترنا تبھی ممکن ہے کہ پہلے ان کا مادی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا ثابت ہو۔ اور وہ آسمان پر بقید حیات ہوں۔ لہٰذا ہم مودودی صاحب کو حیات و وفات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر تحریری مبادلۂ افکار کی دعوت دیتے ہیں۔ گو ہمیں اُمید نہیں کہ مودودی صاحب اس کے لئے تیار ہوں کیونکہ وہ صاف کہہ چکے ہیں "حیاتِ مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا۔" (تقریر اچھرہ ۲۸ / مارچ سنہ ۵۱ء)

جب مودودی صاحب کو ان کے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کا یقین ہی پیدا نہیں ہوا تو وہ اُن کے آسمان سے مادی جسم کے ساتھ اُتر آنے کا یقین کیسے دلاتے ہیں؟

اگر مودودی صاحب اس فیصلہ کے لئے آمادہ نہ ہوتے تو صاف ظاہر ہے کہ ان کا رسالہ محض سیاسی نوعیت کا حامل تھا۔ اُن کا مقصد احمدیوں کو قائل کرنا نہ تھا بلکہ جماعتِ احمدیہ کے خلاف محض فتنہ پردازی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوّت پر

علمی تبصرہ

اور

اُن سے چند سوالات

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے حال ہی میں جو رسالہ ختمِ نبوت کے عنوان سے تحریر کیا ہے اس میں لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے آسمان سے اصالتاً اُترنے کی طمعِ خام دلا کر اُنہیں مسلوب النبوّۃ قرار دیا ہے تا وہ آیت خاتم النّبیین کے اپنے مزعوم معنی محض "آخری نبی" قرار دے سکیں۔ حالانکہ تمام علمائے اُمّت مسیح موعود کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے تابع نبی یقین کرتے چلے آتے ہیں۔ اور اس طرح وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو آخری شارع اور آخری مستقل نبی یقین کرتے رہے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ بھی ان معنوں میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی یقین کرتی ہے مگر مودودی صاحب اپنے مزعوم معنی کے پیش نظر محض فتنہ انگیزی کے لئے جماعت احمدیہ کو منکرِ ختمِ نبوّت قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ اُن کے مزعوم معنی کو اگر

درست سمجھ لیا جائے تو وہ تمام علمائے اُمت منکرینِ ختم نبوت قرار پاتے ہیں جو حضرت عیسیٰ نبی اللہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلوب النبوۃ ہو کر آنے کے عقیدہ کو درست نہیں سمجھتے بلکہ کُفر سمجھتے ہیں۔

مولوی مودودی صاحب کا یہ مضمون تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں اور علامہ اقبال کے مکتبِ خیال کے حامیوں کے لئے سخت قابلِ تعجب ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ مانتے ہیں اور اُن کے آسمان سے اصالتاً آنے کے قائل نہیں۔

جماعتِ احمدیہ کے علماء کو آیت خاتم النبیین کے ان معنوں سے علمائے اُمت کے ساتھ اصولی اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں اور یہ کہ مسیح موعود ایک پہلو سے اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی۔ اگر جماعت احمدیہ کو ان علماء سے کوئی اختلاف ہے تو صرف مسیح موعود کی شخصیت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کہ آنے والا مسیح موعود اصالتاً حضرت عیسیٰ السلام ہیں یا اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ایک فرد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل اور اُن کے رنگ میں رنگین ہو کر آنیوالا تھا۔ یہ اختلاف ختم نبوت کے معنوں میں نہیں محض موعود اُمتی نبی کی تعیین میں ہے۔ علمائے اُمت کو یہ بھی مسلم ہے کہ پیشگوئیوں کی پوری حقیقت اکثر اُن کے پورا ہونے پر کھلتی ہے اور قبل از ظہور پیشگوئی اس پر کسی خاص معنوں

پر اتفاق بھی ہو تو اُسے اجماعِ اُمت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مولوی مودودی صاحب آیتِ خاتم النبیین کی تفسیر میں قرآن شریف سے ایک بھی آیت پیش نہیں کر سکے۔ حالانکہ ایسے جدید وصف کی تفسیر جس سے پہلے مخلوق ناآشنا تھی خود خدا تعالےٰ کو کرنی چاہیئے۔ مگر مولوی صاحب کو اپنے معنی کی تائید میں قرآن شریف سے ایک آیت بھی نہیں ملی۔ لیکن اس کے باوجود وہ چند احادیث کے غلط معنی لیکر اپنے رسالہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آیت خاتم النبیین اور احادیث نبویہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا کلی انقطاع ثابت ہے۔ اپنے اس خیال پر وہ ایسے نازاں ہیں کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کو اپنے ان معنوں کا قائل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :-

"اب اگر بفرضِ محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آبھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس کا ہی تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت نے ہی ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔" (ختمِ نبوت صـــ ۳۳)

مولوی مودودی صاحب کی یہ کیسی جسارت ہے کہ خدا تعالےٰ اُمّت محمدیہ میں نبی بھیجے تو وہ اس کا انکار کرکے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی کتاب اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر الزام دے کر خدا تعالیٰ کو اُن کے مؤاخذہ سے عاجز کر دیں گے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

گر تو قرآں بریں نمط خوانی ٭ ببری رونقِ مسلمانی !!

یہودیوں کا ریکارڈ

اگر اس قسم کا عذر خدا تعالیٰ کے حضور درست ہو اور ایسے لنگ عذرات پر انسان خدا کو مؤاخذہ سے عاجز کر سکتا ہو تو یہودی بھی بعینہٖ خدا تعالیٰ کے حضور اس قسم کا ریکارڈ اپنی بریت کے لئے پیش کر سکتے ہیں اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تمہارے بھیجے ہوئے یسوع مسیح کو اسلئے قبول نہیں کیا تھا کہ ہماری مسلّمہ کتاب سلاطین میں لکھا تھا کہ ایلیا نبی بگولے میں ہو کر زندہ آسمان پر چلا گیا ہے (۲-سلاطین باب ۲ آیت ۱۱) اور ملاکی نبی کی کتاب میں مسیح کے ظہور سے پہلے ایلیاہ کا آنا ضروری قرار دیا گیا ہے (ملاکی باب ۴ آیت ٦) ہم نے یسوع کی اس تاویل کو کہ ایلیاہ کی دوبارہ آمد سے یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کا ایلیاہ کے مثیل کے طور پر آنا مراد ہے قبول نہیں کیا تھا۔ کیونکہ ہماری کتابوں میں صریح طور پر ایلیاہ کے آسمان پر جانے اور موعود مسیح سے پہلے دوبارہ آنے کی پیشگوئی موجود تھی۔ نیز پیشگوئیوں میں یہ بھی لکھا تھا کہ خداوند خدا مسیح کو اس کے باپ داؤد کا

تخت دے گا۔ مگر یسوع کہتا تھا کہ میری بادشاہت اس دُنیا کی نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ ہمیں تو گمراہی میں تمہاری اور تمہارے نبیوں کی پیشگوئیوں نے ڈالا ہے۔ اب تمہیں ہمارے مسیح کا انکار کرنے پر مؤاخذہ کا کوئی حق نہیں۔

سوال ۱ کیا مودُودی صاحب بتا سکتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سامنے ایسا ریکارڈ پیش کرنے پر یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحیت و نبوّت کا انکار کرکے مؤاخذۂ الٰہی سے بری ہوسکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر وہ اپنا مزعومہ ریکارڈ پیش کرکے اور آیت خاتم النبیین کے قرآن مجید اور بعض احادیثِ نبویہ کے خلاف معنی کرکے کس طرح مؤاخذہ سے بری ہوسکتے ہیں۔ ان کا یہ مزعومہ ریکارڈ ہرگز ان کی تائید نہیں کرے گا۔ بلکہ خدا تعالیٰ انہیں قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ پیش کرکے ملزم کر دیگا کیونکہ قرآن مجید کی روشنی میں صرف تشریعی نبوت اور مستقلہ نبوّت کا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ انقطاع ہُوا ہے نہ کہ اُمتی نبوّت کا۔ اُمتی نبوّت کے امکان کے ثبوت میں قرآن مجید اور احادیث کی کئی نصوص موجُود ہیں جب اللہ تعالیٰ ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا ریکارڈ اُن کے سامنے رکھ دے گا تو معلوم نہیں اس وقت مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودُودی کا خدا کے حضور کیا جواب ہوگا۔ یہ جواب ہم ان سے اب سُننا چاہتے ہیں۔ وہ ذیل کے ریکارڈ کو مدّ نظر رکھ کر اپنا جواب دیں۔

جوابی ریکارڈ

(۱) اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے :-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (سُورہ نساء رکوع ۹)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول (محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں پس وہ اُن کے ساتھ شامل ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبی صدیق شہید اور صالح اور یہ اُن کے اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اگر آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے صرف ظاہری طور پر نبیوں کے ساتھ ہوں گے نبی نہیں ہوں گے تو یہی تشریح دوسرے تین مدارج کے بارے میں بھی کرنا پڑیگی۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے پیرو صرف بظاہر صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ خود صدیق۔ شہید اور صالح نہیں ہوں گے۔

یہ تشریح صحیح نہیں کیونکہ یہ معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بزرگ کے صریح منافی ہیں کہ ان کی پیروی سے کوئی شخص صدیق. شہید اور صالح بھی نہیں ہو سکتا بلکہ صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ ہوگا. حالانکہ اُمّتِ محمدیہ کے اطاعت کرنے والوں کا اس دنیا میں زمانی اور مکانی طور پر پہلے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہونا امر محال ہے. اور آیت فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے. یعنی اس دُنیا میں ان کے ساتھ ہونا بھی ثابت کرتا ہے. پس اس دُنیا میں ساتھ ہونے میں مرتبہ پانا ہی مراد ہو سکتا ہے.

امام راغبؒ کی تفسیر

ہمارے انہی معنوں کی تائید امام راغب علیہ الرحمۃ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے. تفسیر بحر المحیط میں لکھا ہے :-

وَالظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ مِنَ النَّبِيّٖنَ تَفْسِيْرٌ لِلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَكَاَنَّهٗ قِيْلَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ مِنْكُمْ اَلْحَقَهُ اللّٰهُ بِالَّذِيْنَ تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِى الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ. اَلنَّبِيَّ بِالنَّبِيِّ وَالصِّدِّيْقَ

بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّہِیْدَ بِالشَّہِیْدِ وَالصَّالِحَ
بِالصَّالِحِ۔ (تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صـ۲۸۷ مطبوعہ مصر)

ترجمہ:۔ یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "مِنَ النَّبِیِّیْنَ" "اَلَّذِیْنَ انعم اللہ علیھم" کی تفسیر ہے۔ گویا یہ کہا گیا ہے کہ جو تم میں سے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ان انعام یافتہ لوگوں سے ملا دے گا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ راغب نے کہا ہے یعنی ان چار گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں شامل کر دے گا جن پر اس نے انعام کیا ہے۔ اس طرح کہ جو تُم سے نبی ہو گا اس کو نبی کے ساتھ ملا دیگا اور جو صدّیق ہو گا اُسے صدّیق کے ساتھ ملا دیگا۔ اور شہید کو شہید کے ساتھ ملا دے گا اور صالح کو صالح کے ساتھ ملا دے گا۔

اس عبارت میں امام راغب علیہ الرحمۃ نے اَلنَّبِیَّ بِالنَّبِیِّ کہہ کر ظاہر کر دیا ہے کہ اس اُمت کا نبی گزشتہ انبیاء کے ساتھ شامل ہو جائے گا جس طرح اس اُمت کے صدّیق گزشتہ صدّیقوں اور اس اُمت کا شہید گزشتہ شہیدوں اور اس اُمّت کا صالح گزشتہ صالحین کے ساتھ شامل ہو گا۔ گویا ان کی تفسیر کے مطابق اُمت محمدیہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں نبوّت کا دروازہ کھُلا ہے۔ ورنہ وہ کونسے نبی ہوں گے

جو امام راغب علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر کے مطابق انبیاء کی صف میں شامل ہونگے ؟

سوال ۲ اب ہمارا سوال ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت اور امام راغب علیہ الرحمۃ کی اس تفسیر کی موجودگی میں مودودی صاحب کس طرح آیت خاتم النبیین کے معنی مطلق آخری نبی لے سکتے ہیں۔ اس بیان کی روشنی میں تو اُمتی نبی کی آمد کا امکان روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ اب مودودی صاحب بتائیں کہ کیا خدا تعالیٰ قیامت کے دن ان کے رسالہ ختمِ نبوت کا ریکارڈ پیش کرنے پر انہیں اس آیت کے رُو سے ملزم نہیں ٹھہرا سکے گا ؟

(۲) ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (اعراف رکوع ۴)

یعنی اے بنی آدم! جب کبھی آئندہ تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات بیان کریں تو جو لوگ تقویٰ اختیار کر کے اپنی اصلاح کر لیں گے ان پر کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا۔

اس آیت کے سیاق میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذریعے بنی نوع انسان کو قُل کہہ کر کئی ہدایات دلائی ہیں اور اسی سلسلہ میں تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ آئندہ جب بھی تم میں سے رسول تمہارے پاس آئیں تو تقویٰ اختیار کر کے اصلاح کرنے والے ہی کامیاب ہوں گے۔

اس سے ایک پہلی آیت میں ہے یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجدٍ۔ کہ اے بنی آدم ہر مسجد کے قریب زینت اختیار کرو۔ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کا ننگے بدن طواف کرتے تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ امام جلال الدین سیوطی اس کی تفسیر فرماتے ہیں:۔

فَاِنَّهٗ خِطَابٌ لِاَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَ لِكُلِّ مَنْ بَعْدَهُمْ۔ (تفسیر اتقان جلد ۲ صفحہ ۳۶ مصری)

یعنی بنی آدم کے الفاظ سے یہ خطاب اس زمانہ اور بعد کے لوگوں سے ہے۔

پس زیر بحث آیت میں بھی بنی آدم کے الفاظ میں تمام بنی نوع انسان کو خطاب کر کے ان میں رسولوں کے بھیجے جانے کی پیشگوئی اور انہیں قبول کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

علامہ بیضاوی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اِتْیَانُ الرُّسُلِ اَمْرٌ جَائِزٌ غَیْرُ وَاجِبٍ

(تفسیر بیضاوی مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

کہ رسولوں کا آنا جائز یعنی ممکن ہے واجب یعنی ضروری نہیں "۔

پس جب اس آیت سے بھی امکان الرسل ثابت ہے تو کیا خدا تعالیٰ مودودی صاحب کو اپنا ریکارڈ پیش کرنے پر اس آیت سے ملزم نہیں کر سکے گا؟

اس سلسلہ میں اور بھی بہت سی آیات پیش کی جا سکتی ہیں مگر اس مختصر مضمون میں صرف ان دو آیتوں کا پیش کرنا کافی ہے۔

(۳) حدیث نبوی میں آیا ہے:۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ (ابن ماجہ جلد ا کتاب الجنائز ص۲۳۷ مصری)

یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب ابراہیم، فرزندِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنت میں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی ہے اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتا۔

یہ حدیث ابنِ ماجہ میں ہے جو صحاحِ ستہ میں سے ہے اور یہ تین مختلف طُرق سے مروی ہے۔ شہاب علی البیضاوی جلد ۷، ص۱۷۵ پر اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:-

اَمَّا صِحَّةُ الْحَدِيْثِ فَلَا شُبْهَةَ فِيْهِ لِاَنَّهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَيْرُهٗ ۔

یعنی اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ اسے ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت امام علی القاری نے جو فقہ حنفیہ کے ایک زبردست امام ہیں اس حدیث سے امکانِ نبوت پر استدلال کیا ہے اور لکھا ہے:-

لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو یہ دونوں آپ کے متبعین ہی رہتے۔ (موضوعاتِ کبیر ص۵۸)

پھر یہ بتانے کے لئے کہ ان کا نبی ہو جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔ فرماتے ہیں:-

فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ

اَلْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَایَاْتِیْ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ یَنْسِخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔ (موضوعات کبیرہ ۵۹)

یعنی ان کا نبی ہو جانا خدا تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت میں سے نہ ہو۔

صاحبزادہ ابراہیم فرزند رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنہ ۹ھ میں ہوئی اور آیت خاتم النبیین سنہ ۵ھ میں نازل ہو چکی تھی۔ گویا خاتم النبیین کی آیت کے نزول سے قریباً پانچ سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میرا بیٹا ابراہیمؑ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس کا نبی نہ بننا اس کی موت کی وجہ سے ہے نہ کہ آیت خاتم النبیین کے نزول کی وجہ سے۔ اگر آپؐ کے بعد آپؐ کے تابع نبی ہونے میں آیت خاتم النبیین روک ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کبھی نہ فرماتے کہ ابراہیمؑ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا بلکہ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیمؑ زندہ بھی رہتا تو نبی نہ ہو سکتا تھا کیونکہ اس میں آیت خاتم النبیین روک ہے۔

امام علی القاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کی تشریح میں خاتم النبیین کے معنوں کی دو شرطوں کے ساتھ تعیین کر دی ہے۔ اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

دوم یہ کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی بھی نہیں آسکتا جو آپؐ کی اُمت سے باہر ہو۔ گویا امام علی القاری علیہ الرحمۃ کے نزدیک آیت خاتم النبیین صرف غیر مسلموں میں سے کسی کے نبی بن جانے کو روکتی ہے۔ نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اُمتِ محمدیہ میں کسی کے نبی ہو جانے کو۔

(۴) ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔

(کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق)

کہ حضرت ابوبکرؓ اس اُمت میں سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ آئندہ کوئی نبی (اُمت میں) ہو (تو اس سے افضل نہیں ہونگے)

(۵) ایک تیسری حدیث میں وارد ہے:-

اَبُوْ بَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۳۸ و طبرانی و ابن عدی فی الکامل بحوالہ جامع الصغیر للسیوطی صفحہ ۵)

کہ حضرت ابوبکرؓ میرے بعد سب انسانوں سے بہتر ہیں بجز اس کے کہ آئندہ کوئی نبی ہو۔

ان دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ

کے الفاظ استعمال فرما کر نبی ہونے کا امکان قرار دیا ہے ورنہ آپ یہ الفاظ کبھی استعمال نہ فرماتے۔

ان دونوں آیتوں اور تینوں حدیثوں نے انقطاعِ نبوّت کے متعلق مودودی صاحب کی پیش کردہ آیتِ خاتم النبیین اور احادیث کی تشریح کر دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ ہاں امتی نبی آسکتا ہے۔

اب مودودی صاحب ان آیات اور احادیث کے پیشِ نظر اپنی پوزیشن پر غور فرمائیں کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے امتی نبی کا انکار کر کے کس طرح اپنے رسالہ ختمِ نبوّت کے ریکارڈ کو بر سرِ عدالت خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کی جرأت کر سکیں گے۔ اور اگر وہ یہ جرأت کریں تو کیا خدا تعالیٰ انہیں آیات و احادیث مندرجہ بالا کے رُو سے ملزم نہیں کر سکیگا؟

بزرگانِ دین کے اقوال سے مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث کی تشریح

مولوی ابو الاعلیٰ صاحب کے پیش کردہ ریکارڈ کی تشریح کی خامی ثابت کرنے کے لئے ہم بعض مسلّمہ بزرگانِ دین کے اقوال بھی اس جگہ درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلا قول ہم اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ الصدیقہ معلّمہ نصف الدین رضی اللہ عنہا کا پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:۔

قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔ (تکملہ مجمع البحار صہ۸۵)

یعنی لوگو یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ اُمّ المؤمنین رضؓ خاتم النبیین کے معنی محض آخری نبی جو مودودی صاحب کے مدِنظر ہیں درست نہیں سمجھتیں بلکہ ان معنی کو اختیار کرنے اور فروغ دینے سے ساری اُمت کو منع فرماتی ہیں۔

سوال نمبر ۳ ہمارا اس پر یہ سوال ہے کہ کیا مودودی صاحب اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی منکرینِ ختمِ نبوت کی صف میں سمجھتے ہیں؟ اگر مودودی صاحب کے نزدیک وہ منکرِ ختمِ نبوت ہیں تو ہمیں ان کی طرف سے ختمِ نبوت کا منکر قرار دیا جانے کا کوئی افسوس نہیں ہو سکتا۔

امام محمد طاہرؒ اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں۔ یہ آنحضرتؐ کی حدیث لَا نَبِيَّ بعدی کے خلاف نہیں لانّهٗ اراد لا نبیّ ینسخ شرعه یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہو گا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے۔ (تکملہ مجمع البحار صہ۸۵)

(۲) ہم امام علی القاری علیہ الرحمۃ کا قول قبل ازیں خاتم النبیین کے

معنی کی تعیین میں پیش کر چکے ہیں۔ جو انہوں نے ایک حدیث نبوی کی تشریح میں بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ گویا ان کے نزدیک خاتم النبیین کی آیت کی موجودگی میں غیر مسلموں میں کوئی نبی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ صرف آپ کی امت میں نبی ہونے میں آیت خاتم النبیین روک نہیں۔

(۳) سرتاج صوفیاء حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

(ا) اِنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِہٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔" (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

ترجمہ:۔ وہ نبوت جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ **مقامِ نبوت**۔ پس اب کوئی شرع نہ ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کی ناسخ ہو اور نہ آپ کی شرع میں کوئی حکم بڑھانے والی شرع ہوگی۔ اور یہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔ یعنی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (اس قول سے) یہ ہے کہ اب ایسا کوئی نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے مخالف شریعت پر ہو بلکہ **جب کبھی کوئی نبی ہوگا تو وہ میری شریعت کے حکم کے تحت ہوگا۔**

پھر فرماتے ہیں:۔

(ب) فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْکُلِّیَّةِ لِهٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ فَهٰذَا مَعْنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶۴)

ترجمہ:۔ پس نبوت کلی طور پر نہیں اٹھی۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے

کہ صرف تشریعی نبوت اٹھی ہے اور یہی معنی حدیث لَانبیّ بعدی کے ہیں۔

خاتم النبیین کے معنی بھی ان کے نزدیک آخری شارع نبی ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :۔

(ج) وَمِنْ جُمْلَةِ مَافِيهَا تَنْزِيلُ الشَّرَائِعِ فَخَتَمَ اللّٰهُ هٰذَا التَّنْزِيلَ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۳ صفحہ ۵۵-۵۶)

یعنی آغاز و انجام والی اشیاء میں سے شریعتوں کا نازل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالٰے نے شریعت کے اُتارنے کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع سے ختم کر دیا ہے۔ پس آپ خاتم النبیین ہیں۔

پھر شیخ اکبر علیہ الرحمۃ نبوتِ مطلقہ کو جاری قرار دینے کے لئے لکھتے ہیں :۔

(ح) فَاِنَّ النُّبُوَّةَ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِى الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶)

ترجمہ :۔ بے شک نبوت قیامت کے دن تک مخلوق میں

جاری ہے اگرچہ نئی شریعت کا لانا منقطع ہو چکا ہے۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

(۴) حضرت پیرِ پیران سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:-

اِنَّ الْحَقَّ تَعَالٰی یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا مَعَانِیْ کَلَامِہٖ وَکَلَامِ رَسُوْلِہٖ وَیُسَمّٰی صَاحِبُ ھٰذَا الْمَقَامِ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْاَوْلِیَاءِ۔

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ۲۵ و نبراس شرح الشرح لعقائد نسفی حاشیہ صـ۴۴۵)

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے معانی سے آگاہ کرتا ہے۔ اور اس مقام کا رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء میں سے ہے۔

یہ نبوت الاولیاء جسے بزرگانِ دین جاری مانتے ہیں ولایت مطلقہ سے ایک بالا مقام ہے۔ اس مقام کی شان بیان کرتے ہوئے عارفِ ربانی حضرت عبد الکریم جیلانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:-

کُلُّ نَبِیٍّ وَلَایَۃٍ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِیِّ مُطْلَقًا وَمِنْ ثَمَّ قِیْلَ بَدَایَۃُ النَّبِیِّ نِہَایَۃُ الْوَلِیِّ فَافْہَمْ

وَ تَأَمَّلْهُ فَإِنَّهُ قَدْ خَفِيَ عَلَىٰ كَثِيْرٍ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا۔ (الانسان الکامل ص۸۵)

ترجمہ :- ہر نبیٔ ولایت ولی مطلق سے افضل ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہا ہے۔ پس اس نکتہ کو سمجھ لو اور اس میں غور کرو کیونکہ یہ ہمارے بہت سے اہلِ ملت پر مخفی رہا ہے۔ (یعنی انہوں نے نبوۃ الولایت کو ولایت مطلقہ کا ایک درجہ قرار دے دیا ہے جو درست نہیں)

پھر سید موصوف لکھتے ہیں :-

اِنَّ كَثِيْرًا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَنُبُوَّتُهُ نُبُوَّةُ الْوِلَايَةِ كَالْخِضْرِ فِيْ بَعْضِ الْاَقْوَالِ وَكَعِيْسٰى اِذَا نَزَلَ اِلَى الدُّنْيَا فَاِنَّهُ لَا يَكُوْنُ لَهُ نُبُوَّةُ تَشْرِيْعٍ وَكَغَيْرِهٖ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ۔ (الانسان الکامل ص۸۵)

یعنی بہت سے انبیاء کی نبوّت بھی نبوّۃ الولایت ہی تھی۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السّلام کی نبوّت بعض اقوال میں۔ اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی نبوّت۔ جب وہ دُنیا میں نازل ہوں گے تو اُن کی نبوّت تشریعی نہیں ہوگی اور اسی طرح بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کا حال ہے یعنی اُنکی نبوّت

نبوۃ الولایت تھی نہ کہ تشریعی نبوت۔

اسی نبوۃ الولایت کو جس کے ساتھ مسیح موعود کا آنا تسلیم کیا گیا ہے حضرت محی الدین ابن العربی نے نبوتِ مطلقہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

یَنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّۃٍ مُطْلَقَۃٍ۔ (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۵۵)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ایسے ولی کی صورت میں نازل ہوں گے جو نبوتِ مطلقہ کا حامل ہوگا۔

پھر فرماتے ہیں:۔

عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ۔

(فتوحاتِ مکیہ جلد اول صفحہ ۵۷۰)

یعنی عیسیٰ علیہ السّلام ہم میں حَکَم کی صورت میں شریعت کے بغیر نازل ہوں گے اور وہ بلاشک نبی ہوں گے۔

(۵) حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:۔

فَاِنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ وَاِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ۔ (الیواقیت والجواہر صفحہ ۲۴ بحث ۳)

ترجمہ:۔ پس بے شک مطلق نبوت نہیں اٹھی۔ اور صرف تشریعی نبوت اٹھی ہے۔

آگے فرماتے ہیں :-

وَقَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ الْمُرَادُ بِهٖ لَا مُشَرِّعَ بَعْدِيْ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "میرے بعد نبی اور رسول نہیں" سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت لانیوالا نبی اور رسول نہیں ہوگا۔

(۶) عارفِ ربانی سید عبدالکریم جیلانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں :-

فَانْقَطَعَ حُكْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدَهٗ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ جَاءَ بِالْكَمَالِ وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ بِذٰلِكَ۔

(الانسان الکامل باب ۳۶ جلد اول ص۷۶)

ترجمہ :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہوا ہے۔ اور اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ کمال کو لائے ہیں اور کوئی اس کمال کو نہیں لایا۔

(۷) رئیس الصوفیاء حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں :-

فکر کن در راہ نیکو خدمتے ٭ تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

(مثنوی دفتر اوّل صـ۵۳)

یعنی خدا کی راہ میں نیکی بجالانے کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے اُمّت کے اندر نبوّت مِل جائے۔

(۸) حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَىْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَّأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ ۔

(تفہیماتِ الٰہیہ تفہیم صـ۵۳)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی ختم ہوئے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جسے خدا تعالےٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔

(۹) حضرت مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں :-

"بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم یا زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرّد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ بلکہ صاحبِ شرعِ جدید البتہ ممتنع ہے۔" (دافع الوسواس فی اثر ابن عبّاس ایڈیشن جدید طـ۱۶)

(۱۰) نواب صدّیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں :-

"حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے ہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ

آیا ہے۔ اس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائے گا۔" (اقتراب الساعۃ ص۱۶۲)

(۱۱) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحریر فرماتے ہیں:۔

"عوام کے خیال میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تأخرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۳)

گویا خاتم النبیین کے معنی مودودی صاحب کی طرح محض آخری نبی آپ کے نزدیک عوام کے معنی ہیں نہ کہ اہلِ فہم کے معنی۔

پھر وہ خاتم النبیین کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض ہیں۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے مگر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ اس طرح آپ پر سلسلۂ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپ نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء

بھی۔" (تحذیر الناس ص۳ و ۴)

گویا نبی الانبیاء خاتم النبیین کے معنی ہیں۔ جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا وصفِ نبوت ذاتی ہے اور آپ کے سوا دیگر تمام انبیاء کا وصفِ نبوت عرضی ہے یعنی آپ کا فیض ہے۔ ان معنوں کا مفاد آپ یہ بیان فرماتے ہیں:۔

"بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

(تحذیر الناس ص۲۸)

یہ بارہ ۱۲ مسلمہ بزرگوں کے اقوال ہیں۔ تیرھویں بزرگ امام راغب علیہ الرحمۃ کا قول ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ تیرہ بزرگ علم دین، تفقہ اور للٰہیت کے لحاظ سے ایسے ممتاز اور قابلِ فخر وجود ہیں کہ مودودی صاحب جیسے علماءِ دین ان کی جوتیاں اُٹھانے کو باعثِ فخر سمجھیں گے۔ ان درخشندہ ستاروں کا زمانہ صحابہ کرامؓ سے لے کر ہمارے موجودہ زمانے تک ممتد ہے اور یہ حجاز سے لیکر شام، ترکی، عراق، سپین اور ہندوستان کے مشاہیر بزرگوں میں سے ہیں۔

(۱) اُمّ المومنین حضرت عائشہ الصدیقہؓ وفات ۵۸ھ بموجب حدیثِ نبوی معلّمہ نصف الدین کہلاتی ہیں۔

(۲) امام راغب الاصفہانیؒ وفات ۵۰۲ھ لغتِ قرآن میں امام ہیں۔ ان کی کتاب "المفردات" لغتِ قرآن میں بے نظیر اور سب سے زیادہ مستند ہے۔

(۳) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ وفات ۶۳۶ھ ۔

(۴) حضرت مولانا جلال الدین الرومی علیہ الرحمۃ وفات ۶۷۲ھ ۔

(۵) پیرِ پیران حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ قدس سرہ وفات ۵۶۲ھ ۔

(۶) حضرت سید عبد الکریم جیلانی علیہ الرحمۃ وفات ۷۶۷ھ ۔

(۷) امام عبد الوہاب الشعرانی علیہ الرحمۃ وفات ۹۷۶ھ ۔

(۸) امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ وفات ۹۸۶ھ ۔

یہ چھ بزرگ علمِ تصوف میں امام اور علومِ دینیہ میں اُمّت کی ممتاز ترین ہستیاں ہیں۔ حضرت پیرِ پیران چھٹی صدی کے مجدد بھی ہیں ۔

(۹) الامام علی القاری علیہ الرحمۃ وفات ۱۰۱۴ھ ۔

فقہ حنفی کے جلیل القدر امام اور ممتاز شارحِ حدیث ہیں ۔

(۱۰) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی وفات ۱۱۷۶ھ ۔

بارھویں صدی کے مجدد اور ممتاز متکلمِ اسلام ہیں ۔

(۱۱) حضرت مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی علیہ الرحمۃ وفات ۱۳۰۴ھ ۔

(۱۲) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی علیہ الرحمۃ بانی دار العلوم دیوبند وفات ۱۳۰۷ھ ۔

یہ دونوں بزرگ فقہ حنفی میں ہندوستان کے جلیل القدر علماء دین میں سے ہیں ۔

(۱۳) نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی وفات ۱۳۰۷ھ ۔ ہندوستان کے اہلحدیث علماء میں سے ممتاز عالمِ دین تھے انکی تفسیر فتح البیان عربی زبان میں مصر میں طبع ہوئی ہے ۔

اِن تیرہ بزرگوں نے آیت خاتم النبیین اور حدیث لَا نبیَّ بعدی وغیرہ کی جو انقطاعِ نبوت پر دلالت کرتی ہیں یہی تشریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع اور مستقل نبی نہیں آسکتا۔ ان کے نزدیک اُمتی نبی کا آنا منافیٔ ختمِ نبوت نہیں۔ اس لئے یہ سب مسیح موعود کو اُمتی نبی تسلیم کرتے ہیں ۔

سوال ۲۶ اس جگہ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر مودودی صاحب کے نزدیک جماعت احمدیہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی وغیرہ کے یہی معنی لینے کی وجہ سے منکر ختم نبوت ہے تو کیا ان تیرہ بزرگان دین پر بھی وہ کفر کا فتویٰ لگانے پر آمادہ ہیں؟

نبوت کے لئے اسلام میں دو اصطلاحیں ہیں۔ مکرم مولوی سید محمد حسن صاحب امروہی اپنی کتاب کواکب دریہ میں لکھتے ہیں:۔

"اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے اور وہ دو قسم کی ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہو گئی۔ دوسری نبوت بمعنی خبر دادن ہے اور وہ غیر منقطع ہے۔ پس اس کو مبشرات کہتے ہیں اپنے اقسام کے ساتھ"۔

حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ کا پہلی قسم کا دعویٰ نہیں بلکہ دوسری قسم کا دعویٰ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔ سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس

امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵)

(ب) مودودی صاحب اپنے رسالہ ختم نبوت میں آنے والے مسیح کے متعلق روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

"اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ (یعنی حضرت مسیح ناصری۔ ناقل) وفات پا چکے ہیں یا زندہ موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کرکے اٹھا لانے پر قادر ہے۔" (ختم نبوت ص۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات و وفات کی بحث اس موقعہ پر لاحاصل نہیں بلکہ ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات یافتہ یقین کرنے کی وجہ سے جماعت احمدیہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کو ایک امتی فرد کے لئے استعارہ یقین کرتی ہے۔ دراصل مودودی صاحب اس بحث سے گریز اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں حیات مسیح ثابت کرنے کی انہیں جرأت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (سورہ مائدہ آخری رکوع) ان کی وفات پر روشن دلیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان الفاظ میں خدا

تعالیٰ کے حضور کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم میں اُس وقت تک نگران رہا تھا جب تک اُن لوگوں میں موجود رہا لیکن جب تُو نے مجھے وفات دیدی تو پھر ان پر تُو ہی نگران تھا۔ گویا وہ بتاتے ہیں کہ میری قوم میری موجودگی یعنی علم میں نہیں بگڑی۔ میری موجودگی میں انہوں نے مجھے اور میری ماں کو معبُود نہیں بنایا۔ اگر میری قوم بگڑی ہے تو میری وفات کے بعد بگڑی ہوگی جبکہ میری نگرانی بکلّی ختم ہو چکی تھی۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم بگڑ چکی ہوئی ہے اسلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اس بیان سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔

اسی طرح حدیثِ نبوی میں وارد ہے اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَةً وَعِشْرِیْنَ سَنَةً (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۰ وطبرانی) کہ بے شک عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ پس ان کے اس وقت تک یعنی دو ہزار سال تک زندہ ہونے کا خیال ان نصوص کے صریح خلاف ہے۔ اور مولوی مودُودی صاحب کا ان کو وفات یافتہ فرض کرکے ان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کا خیال پیش کرنا بھی نصوصِ قرآنیہ وحدیثیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے سراسر باطل ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ

تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔

(سورہ زمر ع ۵)

یعنی اللہ قبض کرتا ہے روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جو نہ مریں انہیں نیند میں قبض کرتا ہے۔ پس جس رُوح پر موت وارد کرتا ہے اُسے روکے رکھتا ہے اور دوسری کو ایک مقررہ مدت تک واپس بھیجتا رہتا ہے۔

یہ آیت اِس امر پر شاہدِ ناطق ہے کہ جس نفس پر موت وارد ہوتی ہے اُسے خدا تعالےٰ روکے رکھتا ہے۔ یعنی دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجتا۔

ایک دوسری آیت میں فرماتا ہے :۔

ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ (مومنون رکوع ۱)

"یعنی (جسمانی زندگی کے بعد) پھر تُم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن ہی زندہ کئے جاؤگے"

یہ آیت بھی اس بات پر نصِ صریح ہے کہ جسمانی موت کے بعد اس دُنیا میں دوبارہ زندہ کیا جانا خدا تعالےٰ کے اِس وعدہ اور قانون کے خلاف ہے جو وہ قرآن مجید کی آیت میں بیان کرچکا ہے۔ بلکہ مرنے والے حسبِ وعدۂ الٰہی

قیامت ہی کو زندہ ہوں گے۔

اسی طرح حدیث میں وارد ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہو گئے اور وہ خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوئے تو خدا تعالےٰ نے انہیں کہا تَمَنَّ عَلَیَّ اُعْطِكَ ۔ تو آرزو کر میں تیری آرزو پوری کرونگا اس پر حضرت عبداللہؓ نے یہ آرزو کی کہ میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں تاکہ خدا کی راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں ۔ ان کی اس آرزو پر خدا تعالیٰ نے فرمایا قَدْ سَبَقَ مِنِّیْ الْقَوْلُ اِنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ کہ یہ میرا قول ہو چکا ہے کہ مرنے والے دنیا میں نہیں لوٹیں گے ۔ گویا خدا تعالیٰ نے اپنے اس قول کی وجہ سے اُن کی اس آرزو کو پورا نہ کیا حالانکہ اس کا وعدہ تھا کہ وہ انکی آرزو پوری کرے گا ۔ لیکن چونکہ انہوں نے ایسی آرزو کی جو خدا تعالیٰ کے پہلے قول کے خلاف تھی اس لئے خدا تعالےٰ نے اپنے قانون کے خلاف ہونے کی وجہ سے ان کی آرزو پوری نہیں کی ۔ (مشکوٰۃ باب جامع المناقب)

پس مردہ کا دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنا جب قرآن مجید میں خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف ہے ۔ تو مودودی صاحب کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زندہ ہو کر آجائیں گے ایک خیالِ خام اور وہم سے بڑھ کر کوئی حیثیت نہیں رکھتا جس میں وہ مسلمانوں کو مبتلا کرنا چاہتے ہیں ۔ پس اِس مسئلہ کا مدار محض قدرتِ الٰہی پر نہیں رکھا جاسکتا ۔ گو اُسے مردہ کو زندہ کرنے کی

قدرت تو ہے مگر اس کا دُنیا میں ظہور اس کے اپنے وعدہ و قانون کے خلاف ہے۔

سوال ۵: لیکن اگر حضرت مسیح کی وفات مان کر ان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بھی فرض کیا جائے تو اس پر ہمارا یہ سوال ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پانے کے بعد زندہ ہو کر آئیں گے تو پھر مودودی صاحب ان حدیثوں کی کیا تاویل کریں گے جنہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اُترنے کے ثبوت میں اپنے رسالہ میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر حضرت مسیح کے آسمان سے اُترنے کی تعبیر ان کے دوبارہ زندہ کیا جانے سے ہو سکتی ہے تو اس کی یہ تعبیر کیوں نہیں ہو سکتی کہ ان احادیث سے مُراد یہ ہے کہ کوئی اُمتی فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو کر آئے گا۔ اور اپنے ساتھ آسمانی تائید رکھتا ہو گا۔ کیونکہ مُردہ کا زندہ ہو کر آنا تو قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بیان کردہ قانون کے صریح خلاف ہے۔ مگر ہماری تعبیر تو کسی آیتِ قرآنیہ کے خلاف نہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے ہم میں اور ان لوگوں میں بجز اس ایک مسئلہ

کے اور کوئی مخالفت نہیں یعنی یہ لوگ نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ اور ہم بموجب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ متذکرہ بالا کے اور اجماع ائمہ اہلِ بصارت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں اور نزول سے مُراد وہی معنے لیتے ہیں جو اس سے پہلے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے اور نازل ہونے کے بارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معنی کئے تھے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اور ہم بموجب نص صریح قرآن شریف کے جو آیت فیمسك التی قضیٰ علیھا الموت سے ظاہر ہوتی ہے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو لوگ اِس دنیا سے گزر جاتے ہیں پھر وہ دُنیا میں دوبارہ آباد ہونے کے لئے نہیں بھیجے جاتے اسلئے خدا نے بھی ان کے لئے قرآن شریف میں مسائل نہیں لکھے کہ دوبارہ آکر مال تقسیم شدہ کیونکر اُن کو ملے۔" (ایام الصلح صـ۸۸ و صـ۸۹)

(ج) مودُودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"بہر حال جو شخص حدیث کو مانتا ہے اُسے یہ ماننا پڑے گا

کہ آنے والے وہی عیسیٰ بن مریم ہوں گے وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے"

سوال ۶ اس پر ہمارا سوال ہے کہ جب مودودی صاحب نے اُن کی وفات فرض کر کے ان کا دوبارہ زندہ ہو کر آنا مان لیا تو جب ان احادیث میں نزول کے لفظ کی تعبیر مر کر زندہ ہونے سے ہو سکتی ہے تو اس کی تعبیر مسیح موعود کے اُمّت محمدیہ میں پیدا ہونے سے کیوں نہیں ہو سکتی؟ جبکہ قرآنِ مجید میں خدا تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے باوجود آپ کے اعزاز واکرام کی وجہ سے آپ کے متعلق نزول کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ (طلاق رکوع ۲)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذِکر رسول نازل کیا ہے جو تم پر اللہ کی کھلی آیات پڑھتا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نزول کا لفظ پیدا ہونے کے باوجود تائید سماوی کے لئے اکراماً استعمال ہوا ہے تو اسی طرح مسیح موعود

کے لئے نزول کا لفظ آسمانی تائید یافتہ ہونے کی وجہ سے کیوں استعمال نہیں ہو سکتا ؟

چونکہ یہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات پر مبنی ہیں اسلئے یہ سب تعبیر طلب ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو عیسیٰ یا ابن مریم کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت رکھنے کی وجہ سے دیا گیا ہے ۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں اسی وجہ سے اس کے لئے فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ اور بخاری شریف میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور مسند احمد بن حنبل میں اِمَامًا مَھْدِیًّا حَکَمًا عَدْلًا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ۔ یعنی یہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا ۔ اور یہ ابن مریم امام مہدی ہوگا ۔ پس اُمّت کے امام مہدی ہی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے عیسیٰ ابن مریم کا نام استعارۃً دیا گیا ۔ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ کے الفاظ مندرجہ صحیح مسلم یعنی ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا ، اس بات پر صریح الدلالت ہیں کہ ابن مریم سے مراد اسرائیلی مسیح نہیں بلکہ امتِ محمدیہ کا امام مہدی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اُمّتی نبی اور خلیفہ کی حیثیت میں حضرت مسیح ابن مریم کا مثیل ہو کر آنے والا تھا ۔ پس ابن مریم اور عیسیٰ کا نام امام مہدی کو بطور استعارہ دیا گیا ہے ۔

از روئے قرآن مجید کوئی خلیفہ باہر سے نہیں آسکتا

قرآن مجید اس بات پر روشن گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں کوئی خلیفہ باہر سے نہیں آسکتا۔ اور جو خلفاء بھی ہوں گے وہ اُن خلفاء سے جو امتِ محمدیہ سے پہلے گزر چکے ہیں مشابہت اور مماثلت رکھیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ سورہ نور میں فرماتا ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ (سورہ نور رکوع ۷)

یعنی اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ایمان لاکر اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے خلفاء امتِ محمدیہ میں سے ہی ہونے والے ہیں۔ اور یہ خلفاء پہلے خلفاء کے مشابہ اور ان کے مثیل ہونگے جس پر کما استخلف الّذین من قبلھم کے الفاظ دال ہیں نہ یہ کہ کوئی پہلا نبی وخلیفہ امتِ محمدیہ میں خلیفہ ہوکر آجائے گا۔ اس آیت میں امتِ

محمدیہ کے خلفاء مشبّہ اور انبیائے بنی اسرائیل جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں مشبّہ بہ ہیں کیونکہ وہ کُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ کی حدیث کے مطابق امتِ محمدیہ سے پہلے خلفاء ہیں۔ پس امتِ محمدیہ کے خلفاء انبیائے بنی اسرائیل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ان کے مثیل تو ہو سکتے ہیں لیکن انبیائے بنی اسرائیل جو سب مشبہ بہ ہیں ان میں سے کوئی نبی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد آکر آپؐ کا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس طرح مشبّہ اور مشبّہ بہ کا عین ہونا لازم آتا ہے جو محال ہے۔ کیونکہ مشبّہ ہمیشہ مشبّہ بہ کا غیر ہوتا ہے۔ پس اس آیت کی روشنی میں امتِ محمدیہ کا امام مہدی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہونے کی وجہ سے عیسیٰ یا ابن مریم کا نام پا سکتا ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتِ محمدیہ میں آکر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ لہذا ان کی زندگی یا وفات پا کر زندہ ہونے کا خیال ایک وہم ہی وہم ہے۔ کیونکہ اس آیت کے رُو سے جب وہ اُمتِ محمدیہ میں خلیفہ ہو کر آ ہی نہیں سکتے تو انہیں زندہ رکھنا لاحاصل ہے۔

سوال ۷ کیا مودودی صاحب ہمارے اس سوال کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ اس آیت کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُمتِ محمدیہ میں امام اور خلیفہ ہو کر کیسے آسکتے ہیں؟

(د) مودودی صاحب نے رسالہ ختم نبوت میں نزولِ مسیح کی مختلف روایات

پیش کر کے جو دُوسرا نتیجہ نکالا ہے وہ ان کے الفاظ میں یوُں ہے :-

"دُوسری بات جو اتنی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مریم علیہ السلام کا یہ دوبارہ نزول نبی کی حیثیت میں نہیں ہوگا اور نہ ان پر وحی نازل ہوگی"

اس کے متعلق عرض ہے کہ اس نتیجہ کی دونوں شقیں سراسر باطل ہیں کیونکہ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ان دونوں شقوں کی صریح تردید موجود ہے. جسے نواس بن سمعان کی روایت سے خود موُدودی صاحب نے اپنے رسالہ کے ص۲۶ پر پیش کیا ہے. مگر اس کے بعد کا حصہ دانستہ حذف کر دیا ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو چار دفعہ تکرار کے ساتھ نبی اللہ قرار دیا ہے. اور اس پر وحی نازل ہونے کا بھی ذکر فرمایا ہے. موُدوُدی صاحب نے حدیث کا یہ حصہ عمداً درج نہیں کیا تاکہ اُن کے اس خیالِ باطل پر پردہ پڑا رہے. کہ مسیح موعود نبی کی حیثیت سے نہیں آئے گا - اور نہ اس پر وحی نازل ہوگی .

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں فرماتے ہیں :-

وَیُحْصَرُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ..... فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ .... ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ

عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ ..... فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ ۔ (صحیح مسلم باب خروج الدجال)

یعنی جب مسیح موعود یاجوج ماجوج کے زور کے زمانہ میں آئیگا تو مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی دشمن کے زغہ میں محصور ہو جائیں گے..... تو پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابہ خدا کے حضور رجوع کریں گے.... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی ایک خاص جگہ اتریں گے..... پھر مسیح نبی اللہ اور اس کے صحابی خدا تعالیٰ کے حضور تضرع کے ساتھ رجوع کریں گے۔

سوال ۸: اب مودودی صاحب پر ہمارا سوال ہے کہ جب اس حدیث میں چار دفعہ تکرار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اللہ قرار دیا ہے تو انہیں کیا حق ہے کہ وہ یہ خیال پیش کریں کہ مسیح موعود نبی کی حیثیت میں نہیں آئے گا؟

پس مودودی صاحب کا خیال محض ان کی ایجاد ہے اور حدیث کے منشاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔

پھر اسی حدیث میں لکھا ہے:۔

اِذْ اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اَنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ

لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِھِمْ۔

کہ خدا تعالیٰ عیسیٰ موعود کو وحی کرے گا کہ میں نے کچھ بندے (یعنی یاجوج ماجوج) نکالے ہیں جن سے کسی کو لڑنے کی طاقت نہیں۔

عجیب بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر وحی نازل ہوگی مگر مودودی صاحب مسلمانوں سے یہ منوانا چاہتے ہیں کہ مسیح موعود پر وحی نازل نہیں ہوگی۔ اب مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل مودودی صاحب کے خیال کو غلط تصور کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

سوال نمبر ۹ اگر مودودی صاحب یہ پوری حدیث درج کر دیتے تو وہ یہ دونوں باتیں نہیں کہہ سکتے تھے۔ اب مودودی صاحب بتائیں کہ انہوں نے نقل کرتے ہوئے حدیث کے یہ دونوں حصے کیوں درج نہیں کئے۔ کیا اسی لئے نہیں کہ اُن کے جھوٹ پر پردہ پڑا رہے؟

علمائے اُمّت کا مذہب مسیح موعود کی حیثیت کے متعلق

علمائے اُمّت کا عقیدہ بھی مسیح موعود کی حیثیت کے متعلق یہی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوں گے۔ نبوّت کے بغیر نہیں آئیں گے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان

لکھتے ہیں :۔

مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ کَفَرَ حَقًّا کَمَا صَرَّحَ بِہٖ السَّیُوْطِیُّ ۔ (حجج الکرامہ ص ۴۳۱)

کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت نبی نہ ہوں گے وہ پکا کافر ہے۔ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اس کی وضاحت کی ہے۔

پھر وہ لکھتے ہیں :۔

فَھُوَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَاِنْ کَانَ خَلِیْفَۃً فِی الْاُمَّۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ فَھُوَ رَسُوْلٌ وَنَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ (حجج الکرامہ ص ۴۲۶)

یعنی اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں خلیفہ ہوں گے مگر وہ اپنے پہلے حال پر نبی اور رسول بھی ہوں گے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :۔

عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَنْزِلُ فِیْنَا حَکَمًا مِنْ غَیْرِ تَشْرِیْعٍ وَھُوَ نَبِیٌّ بِلَا شَکٍّ۔ (فتوحات مکیہ جلد اول ص ۵۷۵)

یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہم میں حَکَم کی حیثیت میں بغیر شریعت کے نازل ہوں گے اور وہ بلاشک نبی ہوں گے۔

ہاں حضرت محی الدین ابن العربیؒ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں :۔

وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ۔

(تفسیر محی الدین ابن العربی برحاشیہ عرائس البیان ص۲۶۲)

کہ حضرت عیسیٰ کا نزول آخری زمانہ میں کسی اور بدن یعنی وجود سے متعلق ہوگا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اصالتاً نہیں بلکہ بروزی طور پر آئیں گے۔

صوفیاء کے ایک گروہ کا یہی مذہب چلا آیا ہے جیسا کہ اقتباس الانوار ص۵۲ پر بھی لکھا ہے :-

"بعضے بر آنند کہ رُوحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزولِ عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لَامَھْدِیْ اِلَّا عِیْسٰی۔

کہ بعض صوفیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی رُوح (یعنی کمالاتِ روحانیہ) مہدی میں بروز کریں گے۔ عیسےٰ علیہ السّلام کے نزول سے مراد یہی بروز ہے مطابق حدیث لامھدی الا عیسی کے (یعنی کوئی مہدی نہیں سوائے عیسیٰ کے)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ

اِمَامًا مَھْدِیًّا حَکَمًا عَدَلًا یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ الخ

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص۴۱۱)

یعنی قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم سے اس کے امام مہدی اور حکم و عدل ہونے کی حالت میں ملاقات کرے۔

اِس حدیث میں حدیث لا مھدی اِلّا عیسٰی کی طرح امام مہدی اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی شخص قرار دیئے گئے ہیں اور امام مہدی کے متعلق دوسری تمام حدیثیں اسے امتِ محمدیہ کا ایک فرد قرار دیتی ہیں۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اصالتًا اُترنے کا خیال باطل ہے احادیث امتِ محمدیہ کے امام مہدی کو ہی امت کا عیسیٰ موعود قرار دیتی ہیں۔ تاکہ امام مہدی کی عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت پر دلیل ہو۔

مسیح موعود پر وحی نازل ہونے کے متعلق علماء کا عقیدہ

مسیح موعود پر صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق وحی نازل ہونے کا عقیدہ بھی علمائے امت میں مسلّم ہے۔ چنانچہ علّامہ الوسی رُوح المعانی میں بحوالہ ابن حجر الہیثمی لکھتے ہیں :-

نَعَمْ یُوحیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحْیُ حَقِیْقِیْ کَمَا فِیْ

حَدِیْثِ مُسْلِمٍ (تفسیر رُوح المعانی جلد ۷ صہ ۶۵)

یعنی ہاں عیسٰی علیہ السلام پر بعد از نزول وحی حقیقی نازل ہو گی جیسا کہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔

اور پھر لکھا ہے:-

حَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بَاطِلٌ وَمَا اشْتَھَرَ اَنَّ جِبْرِیْلَ لَا یَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ بَعْدَ مَوْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ لَا اَصْلَ لَہٗ۔

(رُوح المعانی جلد ۷ صہ ۶۵)

یعنی حدیث لا وحی بعد موتی بے اصل ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زمین پر نازل نہیں ہوتے یہ بے اصل ہے۔

پس مودودی صاحب کی یہ دونوں باتیں کہ مسیح موعود نبی کی حیثیت میں مبعوث نہیں ہوگا۔ اور اس پر وحی نازل نہیں ہو گی حدیث نبوی کے بھی خلاف ہیں اور علمائے اُمت کے عقیدہ کے بھی خلاف ہیں۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے یہ دونوں باتیں کہاں سے اخذ کی ہیں۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ کے اقوال تو ان کا ماخذ نہیں ہو سکتے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مسیح موعود کا امتی نبی کی حیثیت میں آنا علمائے امت کو بجز مودودی صاحب مسلّم ہے۔ اور یہ عقیدہ بموجب حدیث صحیح مسلم خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ اور آیت خاتم النبیین کے لازمی معنی آخری شارع اور مستقل نبی قرار پاتے ہیں نہ کہ محض آخری نبی جو بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی محض ایک عامیانہ خیال ہے نہ کہ اہل فہم کے معنی۔ پس مودودی صاحب کا رسالہ ختم نبوت انکا کوئی علمی کارنامہ نہیں محض بعض سطحی خیالات کا مرقع ہے۔

امام غزالیؒ پر افترا

مودودی صاحب نے جو حوالجات پیش کئے ہیں ان میں سے بعض میں کتر و بیونت سے کام لیا ہے۔ لیکن امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالہ میں صریح تحریف سے بھی کام لیا ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ کے صـ۲۴ پر مودودی صاحب نے امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد صـ۱۱۳ کے حوالہ سے ان کی طرف ذیل کی عبارت منسوب کی ہے:۔

"امت نے بالاتفاق اس لفظ لا نبیّ بعدی سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی تصریح فرما چکے ہیں۔ اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی

تاویل کرکے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے۔"

(رسالہ ختم نبوت ۲۲-۲۵)

جن الفاظ پر ہم نے خط کھینچ دیا ہے یہ الفاظ امام غزالیؒ پر سراسر افترا ہیں کیونکہ ان کی کتاب الاقتصاد ص ۱۱۳ پر ہرگز ایسے الفاظ موجود نہیں جن کا ترجمہ یہ الفاظ ہو سکیں۔ مولوی مودودی صاحب نے امام غزالی کے فتویٰ کے رُو سے احمدیوں کو خاتم النبیین کی نص کا مکذب اور کافر ٹھہرانے کے لئے امام غزالی کی طرف یہ الفاظ منسوب کرکے ان پر افترا کیا ہے۔ کیونکہ الاقتصاد میں کوئی ایسی عبارت موجود نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو سکے جو مودودی صاحب نے درج کیا ہے۔ بلکہ اس عبارت سے کچھ پہلے امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:-

"جو شخص حضرت ابوبکرؓ کے وجود اور ان کی خلافت سے انکار کرے اس کی تکفیر لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ اصولِ دین میں سے جن کی تصدیق ضروری ہے کسی اصل کی تکذیب نہیں ہے۔ بخلاف حج اور نماز اور ارکانِ اسلام کے۔ ہم اسے

اجماع کی مخالفت کی بناء پر کافر نہیں ٹھہرائیں گے کیونکہ
ہمیں نظّام کو کافر ٹھہرانے میں بھی اعتراض ہے۔ جو
سرے سے اجماع کے وجود کا ہی منکر ہے کیونکہ اجماع
کے قطعی حجّت ہونے میں بہت شبہ ہے"

جب اجماع کے منکر پر امام غزالی اجماع کے قطعی حجت ہونے میں شبہ
کی بناء پر کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے اور سرے سے اجماع کے وجود کے منکر
کو بھی کافر نہیں ٹھہراتے تو یہ کس طرح ممکن ہے وہ آگے چل کر خود ہی لا نبیّ
بعدی کی تاویل کرنے والے کو نص کا مکذب اور کافر ٹھہراتے؟ پس
مودودی صاحب نے امام غزالی کی طرف سے اپنے رسالہ ختم نبوت میں جو
عبارت نقل کی ہے اس کے خط کشیدہ الفاظ سراسر محرّف ہیں اور امام
غزالیؒ پر افتراء ہیں۔

ایک دینی عالم کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ خدا کے خوف کو بالائے
طاق رکھ کر حوالہ کے پیش کرنے میں اس قسم کی خیانت سے کام لے جس کا
ارتکاب مودودی صاحب نے اس عبارت میں کیا ہے۔

مودودی صاحب یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مَیں نے اپنی سمجھ کے مطابق امام
غزالیؒ کی تحریر کا مفہوم لکھا ہے کیونکہ تحقیقاتی کمیشن کے سامنے دس سوالوں
کے جواب میں وہ امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد صہ ۱۱۳ کی عربی عبارت

میں بھی اسی تحریک کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ تحقیقاتی کمیشن کے سامنے انہوں نے عربی عبارت یوں پیش کی تھی جو ان کے مطبوعہ تیسرے بیان میں بھی درج ہے :۔

اِنَّ الْاُمَّۃَ فہمت بالاجماع من ھٰذا اللفظِ انّہ افہم عدم النبیّ بعدہٗ ابداً و عدمَ رسول بعدہٗ وانّہٗ لیس فیہ تاوِیلٌ وَ لَا تخصیصٌ فکلامہٗ من انواع الھذیان لایمنع الحکم بتکفیرہ لانّہٗ مکذّبٌ لھذا النّصّ الذی اجمعتِ الاُمّۃ علیٰ انّہٗ غیر ماوّلٍ وَلامخصوصٍ "۔ (الاقتصاد ص۱۱۳)

اس عبارت میں بھی خط کشیدہ الفاظ محرّف ہیں اور امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد ص۱۱۳ میں محولہ عبارت اس طرح موجود نہیں۔ غرض امام غزالیؒ نے ایسے شخص کو جو اجماع کا منکر ہو لیکن وہ اصل نص کو مانتا ہو اس جگہ نص کا مکذب قرار نہیں دیا۔ امام غزالیؒ کے نزدیک تو ماوّل کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (ملاحظہ ہو الاقتصاد ص۱۱۲)

سوال نمبر۱۰ کیا مودودی صاحب یا اُن کے حامیوں میں یہ جرأت ہے کہ وہ خط کشیدہ عبارت مودودی صاحب کے

پیش کردہ الفاظ میں الاقتصاد سے دکھا سکیں؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں
وَلَو کَانَ بَعضُہُم لِبَعضٍ ظَہِیرًا۔

واضح رہے کہ امتِ محمدیہ کا اجماع صرف اس بات پر ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا۔ آیت خاتم النبیین اور
لَا نَبِیَّ بَعدِی وغیرہ احادیث سے صرف شارع نبی کے انقطاع پر اجماع
امت قرار دیا گیا ہے۔ اور جماعت احمدیہ اس اجماعِ امت کو درست تسلیم
کرتی ہے۔ اور اس اجماع میں شریک ہے۔ اور شارع نبی کی آمد کا کسی
تاویل و تخصیص کے ساتھ جواز منافی ختم نبوت یقین کرتی ہے۔

آیت خاتم النبیین کی تفسیر

اللہ تعالے نے سورہ احزاب میں فرمایا ہے مَا کَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِکُم وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ
وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیئٍ عَلِیمًا ۝ یعنی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں
کی مہر ہیں۔ اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

مودودی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

"یہ آیت سورہ احزاب کے پانچویں رکوع میں نازل ہوئی ہے

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان و افتراء کے طوفان اٹھا رہے تھے.........

ان کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ حالانکہ آپ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں" یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔ تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں"۔

مودودی صاحب کا بیان یہاں تک بالکل درست ہے۔ مگر آگے وہ لکھتے ہیں :-

" ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اچھا اگر منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہے جب بھی اس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کر لینا زیادہ سے زیادہ بس جائز ہی ہو سکتا تھا۔ آخر اس کا کرنا کیا ضرور

تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا ولکن رسول اللہ مگر وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی ان کے لئے ضروری تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کر دیں۔ اور اس کی حلت کے معاملہ میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔ پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا وخاتم النبیین یعنی ان کے بعد کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنیوالا نبی یہ کسر پوری کر دے لہذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ اس رسم جاہلیت کا خاتمہ وہ خود ہی کر کے جائیں۔"

(رسالہ ختم نبوت صـ۶-۷)

یہ دوسرا اعتراض جو کفار و منافقین کی طرف سے آیت مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ پر وارد ہونا مودودی صاحب نے بیان کیا ہے اس کا چونکہ کوئی تاریخی ثبوت مودودی صاحب کے پاس نہ تھا اسلئے رسالہ ختم نبوت کے حاشیہ میں اسے سیاق کلام سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ مگر آج تک کسی مفسر کا ذہن سوائے مودودی صاحب کے مَاکَانَ

مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ سے یہ اعتراض پیدا ہونے کی طرف منتقل نہیں ہوا بلکہ یہ سوال آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ سے صرف مودودی صاحب کے ذہن کی پیداوار ہے۔ حالانکہ اگلے الفاظ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ دراصل اس سوال کا جواب بن ہی نہیں سکتے۔ کہ چونکہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اسلئے آپ کے لئے اس نکاح کا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ سوال تو اس جواب کے بعد بھی باقی رہتا ہے کہ اگر آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں تو اس نکاح کے جائز ہونے کی صورت میں آپ کے لئے اس کا کرنا کیا ضروری تھا؟ یہ تو کوئی جواب نہیں کہ چونکہ آپ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں اس لئے آپ کے لئے یہ نکاح کرنا ضروری تھا۔ امت کے لئے ایسے نکاح کی حلت خدا تعالیٰ اپنے کلام میں بیان کر سکتا تھا۔ یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے قول سے اس کی حلت قرار دے سکتے تھے تو کرنا کیا ضرور تھا کا جواب رَسُوْلَ اللّٰه اور خاتم النبیین کے الفاظ نہیں ہو سکتے یہ سوال ما کان محمد ابا احد من رجالکم سے اس لئے بھی پیدا نہیں ہوتا کہ اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کیوں کیا ہے؟ جبکہ زید آپ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ آیت خاتم النبیین کے نزول سے پہلے خود ان الفاظ میں دے چکا تھا:۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا۔ [1]

یعنی جب زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیدی تو ہم نے اس کا نکاح تجھ سے کرا دیا تا مومنوں کے دل میں اپنے منہ بولے بیٹوں کی ازواج سے نکاح کرنے میں جبکہ وہ انہیں طلاق دیدیں کوئی انقباض باقی نہ رہے۔

لہٰذا اس آیت کی موجودگی میں آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ سے کوئی کافر اور منافق یہ سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا تھا کہ آخر اس نکاح کا کرنا کیا ضرور تھا؟ کیونکہ اس کا جواب تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی دے چکا تھا۔ پس وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ اور خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ ایسے سوال کا جواب نہیں ہو سکتے۔

اگر اس کے باوجود مودودی صاحب کو اصرار ہو کہ کم از کم ان کے روشن دماغ میں تو مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ سے زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ کی موجودگی میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے یہ نکاح کیوں کیا؟ تو ہم ان کی خدمت میں عرض پرداز ہیں کہ انہوں نے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے الفاظ کا یہ ترجمہ

---

[1] :- احزاب ع ۵۔

کس بناء پر کیا ہے۔ کہ "کوئی رسول تو درکنار کوئی نبی تک آنے والا نہیں ہے"۔ حالانکہ درکنار کے مفہوم کے لئے آیت ہذا میں کوئی لفظ موجود نہیں بلکہ یہ لفظ آپ نے خاتم النبیین کے اپنے مفروض اور خیالی مفہوم کو سہارا دینے کے لئے ترجمہ میں داخل کر دیا ہے۔ اگر بالفرض اس جگہ مودودی صاحب کے خیال میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس نکاح کا کرنا کیا ضرور تھا؟ تو نکاح تو ایک شرعی مسئلہ تھا جسے ایک شارع نبی ہی اپنے قول یا فعل سے حل کر سکتا تھا۔ اسلئے جواب میں رسول اللہ اور "خاتم النبیین" کے الفاظ اس صورت میں آپ کی شرعی حیثیت کو بیان کرنے کے لئے سمجھے جا سکتے ہیں رسول اللہ کے الفاظ ایک شارع رسول کی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اور خاتم النبیین کے الفاظ نبیوں میں سے ایک اکمل شریعت لانیوالے نبی کی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب نے خود لکھا ہے:-

"یعنی اُن (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ضروری تھا کہ جس چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصبات کا خاتمہ کر دیں۔ اور اس کی حلت کے معاملے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں"۔

(رسالہ ختم نبوت صہ ۶)

جب اس غرض کے لئے بقول مودودی صاحب "رسول اللہ" اور "خاتم النبیین" کے الفاظ لائے گئے تو صاف ظاہر ہے کہ اس جگہ "رسول" سے مراد "شارع رسول" اور "خاتم النبیین" سے مراد نبیوں میں سے شریعت کی ہر طرح سے تکمیل کر دینے والے نبی کے ہوئے جن کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا۔ بلکہ اگر آسکتا ہے تو ان کی خاتمیت کے فیض سے ہی اثر پذیر ہو کر اور اُن کی شریعت کی پیروی کرنے کے بعد بہ حیثیت ایک امتی نبی ہی کے آسکتا ہے۔ جیسا کہ مسیح موعود کا امتی نبی ہونا حدیثوں میں بھی مذکور ہے۔ اور علماء امت کا بھی مذہب رہا ہے۔ مسیح موعود آپؐ کے بعد آنے والا بھی تھا اور امتی نبی بھی تھا۔ لہذا امتی نبوت ختم نبوت کے منافی نہیں۔ پس یہ سیاقِ کلام جو صرف مودودی صاحب کے دماغ کی پیداوار ہے اس نے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا بلکہ وہ اپنے مقصد میں سراسر ناکام رہے ہیں۔

اصل سیاقِ آیت

یہ بات ہم نے مودودی صاحب کے سیاق کو بطور فرضِ محال تسلیم کرکے جواباً لکھی ہے۔ ورنہ در اصل سیاقِ آیت یہ ہے کہ جب خُدا نے فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ کہ محمد رسول اللہؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو ایسے کافروں کے دلوں میں طبعاً ہی ایک سوال پیدا ہو سکتا

تھا کہ جب محمد رسول اللہ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو (معاذ اللہ) وہ ابتر و لاوارث ہوئے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس فقرہ میں آپ کے باپ ہونے کی منفی مطلق طور پر نہیں کی گئی۔ بلکہ جسمانی طور پر باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ ورنہ "رسول اللہ" اور "خاتم النبیین" ہونے کے لحاظ سے آپ معنوی اور رُوحانی باپ ضرور ہیں۔ رسول اللہ ہونے کے لحاظ سے آپ امت کے باپ ہیں۔ اور خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آپ نبیوں کے بھی باپ ہیں نہ کہ مطلق آخری نبی۔

ہمارے پیش کردہ سیاق کی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند بھی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"جیسے خاتَم "بفتح تاء" کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔ حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوتِ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط آیت خاتم النبیین شاہد ہے۔ کیونکہ اوصاف معروض اور موصوف بالعرض (یعنی دوسری نبوتیں اور دوسرے نبی) موصوف بالذات کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرع ہوتے ہیں اور موصوف بالذات اوصافِ عرضیہ کی اصل ہوتا ہے۔ اور وہ اس کی نسل اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجئے۔" (تحذیر الناس صفحہ ۱۰-۱۱)

خاتم النبیین کے ان معنوں کا مفاد وہ یہ بتاتے ہیں :۔

"اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی (جو نبی آچکے) پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افرادِ مقدرہ (جن کا آنا تجویز کیا جائے) پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۲۵)

خاتم النبیین کے حقیقی لغوی معنیٰ سے مودودی صاحب کا انکار

مولوی مودودی صاحب نے خاتم النبیین کے معنیٰ محض آخری نبی بیان کرنے کے لئے عربی لغت کی کتابوں سے بعض حوالے پیش کئے ہیں۔ مگر جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند کے ایک قول کے مطابق آخری نبی کے معنی کسی ذاتی فضیلت پر دال نہیں۔ بلکہ یہ خاتم النبیین کے عامیانہ معنی ہیں نہ اہلِ فہم کے معنے۔ اہلِ فہم کے معنے

ان کے نزدیک یہ ہیں کہ "جیسے خاتَم بفتح تار کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہو گا"

(تحذیر الناس صـ۱)

گویا خاتم الانبیاء کے معنی آپ کے نزدیک نبوّت میں مؤثر وجود ہیں۔

ان معنی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ لفظ ختم کے مصدری معنی میں صرف ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور بنیادی طور پر موجد کے لئے صاحب کمال اور دوسروں سے افضل ہونا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ مفرداتِ راغب میں جو لغتِ قرآنی کی مستند کتاب ہے لکھا ہے :-

اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ يُقَالُ عَلٰى وَجْهَيْنِ مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ وَهُوَ تَاثِيْرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالثَّانِيْ اَلْاَثَرُ الْحَاصِلُ مِنَ النَّقْشِ (المفردات زیر لفظ ختم)

کہ ختم اور طبع کی دو صورتیں ہیں۔ صورت اوّل مصدری معنوں کے لحاظ سے "مُہر کے نقش کی طرح کسی شئ کا آگے اثر پیدا کرنا" ہے۔ یہ ختم کے (مصدری) اور حقیقی معنی ہیں۔ اور دوسرے معنی اس کے "نقش سے حاصل شدہ اثر" کے ہیں) اور یہ معنی ختم کے مصدری معنوں کا اثر ہیں (پس مصدری یعنی لغوی معنی کے لحاظ سے خاتم الانبیاء حقیقی طور پر وہ شخص ہو گا جو اپنے بعد کمالاتِ نبوّت میں مؤثر ہو۔ یعنی اپنے ذریعہ نبوّت کا اثر چھوڑے اور اس کے فیض

سے لوگوں میں کمالاتِ نبوت پیدا ہوں ۔ اور حسب ضرورت نبوت کا
بھی مل سکے ۔ اور چونکہ ایسا صاحبِ کمال اللہ تعالیٰ نے صرف ایک ش
یعنی آنحضرت ﷺ کو ہی قرار دیا ہے ۔ اسلئے لازمی طور پر خاتم الانبیا
افضل الانبیاء ہونا اور آخر الانبیاء بمعنی آخری شارع اور مستقل نبی
ضروری ہے ۔ مطلق آخری نبی " خاتم الانبیاء " کے الفاظ کے صرف مجا
معنے تو ہو سکتے ہیں ۔ مگر حقیقی معنی نہیں ۔ اور اگر مجازی معنی لئے جائیں
خاتم الانبیاء ان معنوں سے ذاتی طور پر دوسروں سے کوئی فضیلت نہ
رکھے گا ۔ کیونکہ محض آخری ہونا بالذات کسی فضیلت کو نہیں چاہتا ۔

آگے مفرداتِ راغب میں اسی جگہ بندش اور بلوغ الآخر کے معنو
کو ختم کے مصدری معنوں سے تجوز قرار دیا گیا ہے ۔ اور تفسیر بیضاوی کے
حاشیہ پر خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کی تفسیر میں یہ نوٹ دیا گیا ہے
فَاِطْلَاقُ الْخَتْمِ عَلَی الْبُلُوْغِ وَالْاِسْتِیْثَاقِ مَعْنًی
مَجَازِیٌّ ۔"

(حاشیہ تفسیر بیضاوی)

یعنی لفظ ختم کا آخری اور بندش کے معنوں میں استعمال مجازی معنو
ہیں ۔ اور مجازی معنے تب مراد ہوتے ہیں جب حقیقی معنی محال ہوں ۔ ہم آیات
قرآنیہ سے حقیقی معنوں کی تائید دکھا چکے ہیں ۔

مودودی صاحب نے لغت سے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ صرف

ختم کے مجازی معنی بتاتے ہیں جیسے ختم الاولاد و خاتم القوم وغیرہ کے معنی ۔ مودودی صاحب کا حقیقی معنوں کو چھوڑ کر مجازی معنوں کی طرف رجوع کرنا ان کی کسی اچھی نیت اور تحقیق پر دال نہ ہونے کی وجہ سے عملاً حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان اور خاتم الانبیاء کے حقیقی اور مصدری معنی سے انکار کے مترادف ہے لیکن وہ "بکف چراغ دارد" کی مثل کے مطابق اُلٹا جماعت احمدیہ کو منکر ختم نبوت قرار دے رہے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے لغت عرب کے حقیقی اور اصلی معنوں میں بھی خاتم النبیین یقین کرتی ہے ۔ اور ان معنوں کے بالتبع حضور علیہ السلام کو افضل النبیین اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی بھی یقین کرتی ہے ۔

مودودی صاحب کا افضل النبیین کے معنوں سے انکار

لیکن مودودی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کمالات نبوت کی ایجاد اور اثر کے معنی سے انکاری ہیں ۔ اور اس کے معنی محض آخری نبی (جو صرف مجازی معنی ہو سکتے ہیں) لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء بمعنی افضل الانبیاء سے بھی انکار کر رہے ہیں ۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں :-

"ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ "خاتم النبیین"

کے معنی "افضل النبیّین" کے ہیں۔ یعنی نبوّت کا دروازہ تو کھلا ہُوا ہے البتہ کمالاتِ نبوّت حضور پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو ہم نے اُوپر بیان کی ہے"۔

(رسالہ ختم نبوّت ص۹)

مقصود آپ کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر کمالات کا ختم ہونا جس کے نتیجہ میں آپ کا افضل النبیّین ہونا لازم آتا ہے ایسے معنی ہیں جو مودُودی صاحب کے پیش کردہ سیاق کے خلاف ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے معنوں کی وجہ سے افضل الانبیاء ثابت ہوں یا نہ ہوں، مودُودی صاحب کی بلا سے۔ اُن کا پیش کردہ خیالی اور مفروض سیاق ضرور درست رہنا چاہیئے۔ خواہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خوبیوں اور فضیلت پر پانی پھر جائے۔ حالانکہ اگر وہ ذرا غور و تامّل سے کام لیتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر کمالات کا ختم ہونا اور آپؐ کا افضل النبیّین ہونا ان کے مفروض سیاق کے بھی خلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ خود مودُودی صاحب خاتم النبیّین کے معنی آخر نبیوں کی مُہر مان کر لکھتے ہیں :۔

"عربی لغت اور محاورہ کے رُو سے خاتم کے معنی ڈاکخانے کی مُہر کے نہیں ہیں، جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں بلکہ

اس سے مُراد وہ مُہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر کی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے "۔

(رسالہ ختم نبوّت صہ ۱۲)

لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لفافہ والی مہر لگ چکی ہے اور وہ لفافۂ انبیاء کے اندر بند ہو چکے ہیں تو اب **سوال** پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس بند لفافے سے مُہر توڑے بغیر نکل کر امتِ محمدیہ میں کیسے آسکتے ہیں؟ کیونکہ بقول ان کے انبیاء کے لفافہ پر مُہر لگ جانے کی وجہ سے مُہر توڑے بغیر اندر کا نبی باہر نہیں آسکتا۔ جب تک مہر ٹوٹ نہ جائے۔ اور یہ مُہر ٹوٹ نہیں سکتی لہٰذا ان کا امتِ محمدیہ میں اصالتاً آنا محال ہوا۔ ہاں لفافہ والی مُہر پہلے انبیاء پر لگ سکتی ہے۔ اور وہ سب انبیاء مستقل نبی ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنیوالے امتی نبی پر تو خاتم النبیین کی مُہر بند کرنے کیلئے نہیں لگ سکتی بلکہ اس کی تصدیق اور اس کے جاری کرنے کیلئے ہی لگ سکتی ہے۔ عربی لغت کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اب محاورہ کے معنی ملاحظہ ہوں۔ جو بالکل لغت کے مطابق ہیں۔

خاتم کے محاورات

امت کے اندر خاتم الاولیاء۔ خاتم الفقہاء۔ خاتم المحدثین اور خاتم الشعراء کا محاورہ شائع و ذائع ہے۔ جس کے معنی کوئی عقلمند محض آخری ولی۔ محض آخری فقیہہ۔

یا محض آخری محدث یا محض آخری شاعر نہیں لیتا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

فُجِعَ الْقَرِيْضُ بِخَاتِمِ الشُّعَرَاءِ
وَغَدِيْرُ رَوْضَتِهَا حَبِيْبِ الطَّائِيْ

یعنی شعر خاتم الشعراء اور اس کے باغ کے تالاب حبیب الطائی کی وفات سے دردمند ہو گیا ہے۔

اس جگہ خاتم الشعراء کے معنے آخری شاعر نہیں کیونکہ یہی شعر کہنے والا خود بھی شاعر ہے جو اس وقت زندہ موجود تھا۔ اسی طرح خاتم الاولیاء کے معنے ہیں ایسا کامل ولی جس کے اثر اور فیض سے ولی پیدا ہوں اور خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین وہ اشخاص ہوں گے جن کے اثر اور فیض سے فقیہہ اور محدث پیدا ہوں۔ اور خاتم الشعراء کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ایسا باکمال شاعر ہے کہ جس کے اثر سے شاعر پیدا ہو سکتے ہیں۔

یہ معنی لفظ ختم کے مصدری لغوی معنی کے لحاظ سے ہیں۔ اور افضلیت کے معنی ان معنوں کے بالتبع پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان حقیقی معنی کو لازم ہوتے ہیں اور خاتم النبیین میں آخریت کے معنی صرف اس حد تک مسلّم ہوں گے جو ان حقیقی معنی سے اختلاف نہ رکھیں اور ان کے متضاد نہ ہوں۔ محض آخری نبی کے معنی چونکہ مجازی معنی ہیں اور خاتم الانبیاء کے مصدری حقیقی لغوی معنی سے تضاد رکھتے ہیں اسلئے ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ ہاں آخری شارع

اور آخری مستقل نبی ان معنوں کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جب دُنیا میں ایک ہی فرد حقیقی خاتم الانبیاء ہے تو ضروری ہے کہ وہ آخری شارع اور مستقل نبی بھی ہو۔ اور آئندہ نبوت صرف انکی پیروی اور فیض کے واسطہ سے مل سکے نہ کہ براہِ راست اور اس کے فیض سے ہونے والا صرف امتی نبی کہلا سکتا ہو نہ کہ مستقل نبی۔

پس مودودی صاحب کو خاتم النبیین کے حقیقی معنوں سے انکار کر کے اور اس کے معنی محض آخری نبی کر کے اور ان کو حقیقی معنی سمجھ کر (حالانکہ یہ مجازی معنی ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے سے بھی انکار کرنا پڑا ہے اور وہ ختمِ نبوتِ محمدیہ کے فیضان سے بھی منکر ہو رہے ہیں ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

چونکہ خاتم النبیین کے معنوں کی بنیاد ہی انہوں نے غلط رکھی ہے اسلئے جو عمارت اس پر انہوں نے تعمیر کی ہے وہ سرتاپا بھونڈی اور خاتم النبیین کی بزرگ شان کے منافی ہے۔ کجا مودودی صاحب کے یہ معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گویا آخری بادشاہ کی طرح آخری نبی ہیں۔ اور کجا ہمارے معنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے لئے مُہر ہیں یعنی رُوحانی شہنشاہ ہیں جن کی ماتحتی میں اور جن کی مُہرِ خَتمیت سے رُوحانی بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود ہم تو مودودی صاحب کے نزدیک ختمِ نبوّت کے منکر ٹھہرے اور مودودی صاحب ختمِ نبوّت کے حقیقی لغوی معنی کا انکار کرکے ا[ور] افضل الانبیاء کے معنوں کو رد کرکے اور فیضانِ نبوّتِ محمدیہ کو بند قرار دیکر ختمِ نبوّت کے ماننے والے ہیں۔ گویا ختمِ نبوّت ان کے نزدیک نبوّتِ محمدیہ کے فیضان کی بندش کا نام ہے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ؎

بہر ایں خاتم شد او کہ بجود ٭ مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برد استاد دست ٭ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے خاتم ہیں کہ سخاوت یعنی فیض پہنچانے میں نہ آپ کی مثل کوئی ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ جب کوئی استاد کاریگری میں اپنا کمال دکھاتا ہے تو کیا اے مخاطب تو نہیں کہتا کہ اس پر کاریگری ختم ہوگئی ہے۔ پس خاتم النبیّین کے حقیقی معنی ہیں فیض پہنچانے میں کامل درجہ کا کاریگر۔ (مثنوی مولانا روم جلد ۶ ص ۱۹)

اور آپ کا فیض یوں بیان فرماتے ہیں ؎

مکر کن در راہ نیکو خدمتے ٭ تا نبوّت یابی اندر اُمّتے

یعنی نیکی کی راہ میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسی خدمت بجا لا کہ تجھے اُمّت کے اندر نبوّت مل جائے۔ (مثنوی جلد ا ص ۵۳)

پس خاتم النبیین کے حقیقی معنی نبی تراش ہیں۔ اور افضل الانبیاء اور آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہونا ان معنی کے توابع اور لوازم ہیں۔ نحوی لحاظ سے لکن سے پہلے منفی جملہ ہو جیسا کہ آیت زیر بحث میں ہے تو اسکے بعد والا جُملہ مثبت مفہوم رکھتا ہے۔ پس لکن رسول اللہ وخاتم النبیین کا جملہ منفی مفہوم نہیں رکھتا لہذا خاتم النبیین کے معنے اصل میں نبی تراش ہیں اور اوپر کے باقی معانی اسکے لوازم میں ہیں جو مثبت و منفی ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہِ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۹۷)

سوال ۱۱ کیا مودودی صاحب امام راغب اصفہانی کے ان معنوں کو جھٹلا سکتے ہیں "ختم" مصدر کے لغوی معنی "تاثیر الشیئ" ہیں اور باقی تمام معانی محض مجازی ہیں؟

حدیث آخر الانبیاء کی تشریح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں وارد ہے:۔

اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

دوسری احادیث نبویہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا اور اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ اور اَبُوْ بَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ میں جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا امکان قرار دیا ہے تو حدیث مندرجہ عنوان کی یہی تشریح ہو سکتی ہے کہ جن معنوں میں مسجد نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آخری مسجد ہے انہی معنوں میں آپ آخر الانبیاء ہیں جس طرح مسجد نبوی کے بعد ایسی مساجد کا بنانا جائز ہے جن کا وہی قبلہ ہو جو مسجد نبوی کا قبلہ ہے خواہ ایسی مساجد عام مسلمان بنائیں یا مسیح موعود، ان کا بنانا مسجد نبوی کے ماتحت ہونے کی وجہ سے جائز ہوگا۔ اسی طرح آپ نے اپنے تئیں انہی معنوں میں آخر الانبیاء قرار دیا ہے کہ آپ کے مقابل میں کوئی نبی نہیں آسکتا مگر آپ کے تابع نبی آسکتا ہے جس کی وہی شریعت ہو جو آپ کی شریعت ہے۔

مودودی صاحب تین مسجدوں مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، اور مسجد نبوی میں عبادت کے زیادہ ثواب پر مذکور حدیثوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

"حضورؐ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اسلئے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو۔ اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو۔" (رسالہ ختم نبوت صفحہ ۲ حاشیہ)

جب مودودی صاحب کے نزدیک "آخر المساجد" کا یہ مطلب ہے کہ ایسی کوئی مسجد نہ بنے گی جس میں عبادت کا ثواب مسجد نبوی کے برابر ہو۔ تو اس لحاظ سے آخر الانبیاء کے یہ معنی ہوئے کہ اب ایسا کوئی نبی نہیں ہوگا جس کا درجۂ نبوت اور شانِ نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درجہ کے برابر ہو۔ جس طرح مسجدِ نبوی کے بعد کی مساجد ثوابِ عبادت میں مسجدِ نبوی سے کم درجہ کی ہوں گی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبی آئے گا وہ آپؐ سے کم درجہ کا ہوگا۔ اسی لئے احادیث نبوی میں مسیح موعود کو نبی اللہ بھی قرار دیا گیا ہے اور اُمتی بھی۔

سوال نمبر ۱۲ مودودی صاحب بتائیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں آخر الانبیاء تھے کہ آپؐ

مطلق آخری نبی ہیں تو آپؐ نے مسیح موعود کو کیوں نبی اللہ قرار دیا۔ اور اُوپر کی تین حدیثوں میں اپنے بعد کیوں امکانِ نبی تسلیم فرمایا؟

نوٹ:- مودودی صاحب کی انقطاعِ نبوت پر پیش کردہ باقی احادیث کا اصولی جواب ہم امت کے مسلّمہ ائمۂ دین اور اولیائے امت اور فقہائے ملت کے اقوال سے دے چکے ہیں۔ تفصیلی جواب رسالہ الفرقان اپریل مئی ۱۹۶۲ء کے خاتم النبیین نمبر یا نشر و اشاعت کے رسالہ "القول المبین فی تفسیر خاتم النبیّین" میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں مفسرین کے اقوال کے متعلق بھی مفصل بحث درج ہے۔

مسیلمہ کذّاب سے لڑائی کی وجہ

مودودی صاحب صحابہ کرام کے اجماع کے عنوان کے ماتحت اپنے رسالہ کے صٓ۳۳ پر لکھتے ہیں:-

"صحابہ نے جس جرم کی بنا پر اُن (مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں۔ ناقل) سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دُوسرے لوگ اس کی نبوت

پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضورؐ کی وفات۔ کے فوراً بعد ہوئی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں ہوئی ہے۔ اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی۔ اجماعِ صحابہ کی اِس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی ہو"۔

(رسالہ ختم نبوت صـ۲۳)

مودودی صاحب کا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے۔ کیونکہ صحابہ نے اس جرم کی بناء پر مسیلمہ کذّاب سے جنگ کی وہ یقیناً بغاوت کا جرم تھا نہ کہ دعویٰ نبوّت کا جرم۔ مسیلمہ کذّاب نے دعویٰ نبوّت تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کر رکھا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بناء پر اُس پر چڑھائی نہ کی تو حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ کرامؓ اِس بناء پر اُس پر کیسے چڑھائی کی جرأت کر سکتے تھے۔ مودودی صاحب کا یہ بیان اسلامی تاریخ کے سراسر خلاف ہے اور انہوں نے تاریخی حقائق کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسیلمہ باغی تھا۔ اور اُس کے ساتھی حربی مرتد تھے۔ یعنی اسلامی سٹیٹ (حکومت) کی بغاوت کے جُرم کے مرتکب ہو چکے تھے اِس لئے اُن سے محارب کفّار کا سا سلوک کیا گیا نہ کہ مسلمان باغیوں کا سا۔ چنانچہ تاریخ طبری مترجم اردو مطبوعہ حیدر آباد دکن کے حصہ اوّل جلد چہارم کے چند کوائف ملاحظہ

ہوں :-

(۱) مسیلمہ نے بغاوت کی تھی۔ (صہ ۹۳)

(۲) چالیس ہزار کا لشکرِ جرار تیار کیا تھا۔ (صہ ۱۷۱)

(۳) اُس نے کہا کہ مَیں اپنی اور سجاح کی فوج کے ساتھ تمام عرب قبضہ کروں گا۔ (صہ ۱۷۱)

(۴) اسلامی حکومت کے اندر یمامہ میں خود خراج وصول کرتا تھا۔ (ص

(۵) علاوہ ازیں تاریخ الخمیس جلد ۲ صہ ۱۷۷ پر لکھا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے حجر و یمامہ سے آپ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو نکال دیا تھا۔ اور خود اس کا حاکم بن گیا تھا۔

پس صحابہؓ نے مسیلمہ کذاب اور اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کے خلاف محض ارتداد کی بناء پر جنگ نہیں کی بلکہ بغاوت کے جرم کی وجہ سے جنگ کی تھی۔ کیونکہ مسیلمہ باغی تھا اور بنو حنیفہ محض مرتد نہ تھے بلکہ حربی مرتد تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہُ نے اُس وقت جن قبائلِ عرب سے لڑائی کا حکم دیا اُن میں ایسے قبائل بھی تھے جن میں کوئی مدعیٔ نبوت موجود نہ تھا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہُ کے اعلان کے مطابق سب ایسے لوگوں سے جنگ میں یکساں سلوک کیا گیا۔ یعنی انہیں اسیر بنایا گیا اور اُن کی عورتوں

اور بچوں کو غلام بنایا گیا۔ مسیلمہ کذاب کے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا خصوصی اعلان نہیں فرمایا تھا کہ اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ سے اُس کے خلاف چڑھائی کی جا رہی ہے۔

ہمارا چیلنج ہمارا چیلنج ہے کہ اگر مودودی صاحب سچے ہیں تو وہ ایسا خصوصی اعلان پیش کریں جس سے صحابہ کا اس بات پر اجماع ثابت ہو خواہ سکوتی اجماع ہی ثابت ہو کہ مسیلمہ کذاب پر ہم اس کے دعوئے نبوت کی وجہ سے چڑھائی کر رہے ہیں وہ باغی نہیں۔

مسیلمہ تشریعی نبوت کا مدعی تھا

واضح ہو کہ مسیلمہ کذاب تشریعی نبوت کا مدعی تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل ہو کر نبوت کا دعویٰ کر رہا تھا۔ لہذا اگر کوئی ایسا اعلان بفرضِ محال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے موجود بھی ہوتا تو زیادہ سے زیادہ اس سے یہ استدلال ہو سکتا تھا کہ صحابہؓ تشریعی نبوت کے دعویٰ کو ختمِ نبوت کے منافی سمجھتے تھے اسلئے تشریعی نبوت کا دعویٰ بھی چڑھائی کے موجبات میں سے ایک موجب تھا۔ اور دوسرا موجب اُس کی بغاوت تھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسیلمہ کذاب تشریعی نبوت کا مدعی

تھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:۔

"اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مفسد لوگوں کا گروہ اس کے تابع ہوگیا۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۴ ترجمہ از فارسی)

یہی مضمون طبری جلد اول صفحہ ۱۸۵ پر موجود ہے۔ پس مسیلمہ تشریعی نبوت کا مدعی ہونے کی وجہ سے کافر تھا۔ اور اسلامی حکومت کی بغاوت کی وجہ سے اس پر چڑھائی کی گئی اور اس سے محارب کفار کا سا سلوک کیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی احتیاط

تاریخ طبری مترجم اردو جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۶۷ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لشکر کو ہدایت فرمائی تھی:۔

"ان مرتدین پر حملہ کرنے سے پہلے ان کے گاؤں کے باہر اذان دینا۔ اگر وہ بھی اذان و اقامت کہیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔"

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کمال احتیاط تھی کہ مسیلمہ کذاب اور ان کے ساتھیوں میں اسلامی اذان و اقامت کے پائے جانے پر

آپؐ نے اُن سے جنگ کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ کجا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ حزم و احتیاط اور کجا مودودی صاحب کی یہ ظالمانہ حرکت کہ وہ احمدیوں کو اذانیں دینے، قبلہ رُخ ہو کر اسلامی نمازیں پڑھنے اور پانچ بنائے اسلام پر ایمان رکھنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنے کے باوجود مسیلمہ کذاب کی طرح جو تشریعی نبوت کا مدعی تھا، مرتد قرار دیکر واجب القتل ٹھہرانا چاہتے ہیں۔

سوال ۱۳ اس موقعہ پر ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے اس بیان کو پڑھ کر بھی مودودی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب تشریعی نبوت کا مدعی نہیں تھا بلکہ اُمتی نبوت کا دعویدار تھا اور اُس نے اسلامی اسٹیٹ کی کوئی بغاوت نہیں کی تھی بلکہ وہ اس کے ماتحت ایک پُر امن شہری کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا؟

مفسّرین کے اقوال

اجماعِ اُمت کے عنوان کے ماتحت مودودی صاحب نے مفسّرین کے اقوال خاتم النبیین کے معنی میں پیش کر کے اس بات پر اجماع ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ساری اُمت کا اِس بات پر اجماع ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ان کا یہ دعویٰ
باطل ہے۔ کیونکہ تیرہ مسلّمہ بزرگوں کے اقوال سے ہم دکھا چکے ہیں کہ
خاتم النبیین اور احادیثِ نبویہ میں صرف تشریعی نبوت کا انقطاع
مراد ہے۔ امت کے اجماع کا دعویٰ اگر کیا جائے تو صرف اس بات
پر کیا جاسکتا ہے کہ علماء سابقین کا صرف تشریعی اور مستقل نبوت کے انقطاع
پر اجماع ہے۔ اور اس اجماع میں جماعتِ احمدیہ بھی شامل ہے

جن مفسّرین کے اقوال مودودی صاحب نے پیش کئے ہیں اُن
سے کوئی مودودی صاحب کا ہم خیال نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل
ہوں گے تو وہ مسلوب النبوۃ ہو کر آئیں گے۔ چنانچہ ان میں سے حضرت
امام علی القاریؒ تو صاف لکھتے ہیں:-

"عیسیٰ علیہ السلام کے نبی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
تابع ہو کر احکامِ شریعت کے بیان کرنے اور آپ کے
طریق کو پختہ کرنے میں کوئی منافات موجود نہیں خواہ وہ یہ کام
اُس وحی سے کریں جو ان پر نازل ہو۔"

(ترجمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صـ۵۶۴)

اور علّامہ آلوسی مصری مفسّرِ قرآن اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:-

"فَهُوَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيٌّ وَرَسُوْلٌ قَبْلَ الرَّفْعِ

وَفِی السَّمَاءِ وَبَعْدَ النُّزُوْلِ اَیْضًا۔"

(روح المعانی جلد ۶ صا۴)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام رفع سے پہلے بھی نبی اور رسول ہیں۔ آسمان میں بھی نبی اور رسول ہیں اور نزول کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں۔

سوال نمبر ۱۴ ان اقوال کی موجودگی میں مودودی صاحب کس طرح علماء امتِ محمدیہ کا اس پر اجماع ثابت کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے تابع امتی نبی کا آنا بھی آیت خاتم النبیین کے منافی ہے؟

صدارت اور نبوت

مودودی صاحب عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ان کا آنا بلاتشبیہہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدرِ ریاست کے دور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض آجانے سے آئین

نہیں ٹوٹتا۔"

(رسالہ ختم نبوت ص۵۶)

اِس عبارت میں مودودی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صد
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سابق صدر سے عملاً تشبیہ بھی دیتے ہیں
آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ بلا تشبیہ ایسا لکھ رہے ہیں گویا" اسی تو
کا ہوگا جیسے" کے الفاظ آپ کی لغت میں تشبیہ کا فائدہ نہیں د
خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ علماءِ امت جیسا
پہلے ثابت کیا جاچکا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد از نزول بھی
اللہ قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ مگر نبیٔ نائب کی حیثیت میں۔ پس جیس
ایک صدر کے دَور میں ایک نائب صدر کا وجُود خلافِ آئین نہیں ہ
اسی طرح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی میں آپ کے کسی امتی
نبیٔ نائب کی حیثیت میں آنا بھی منافیٔ خاتم النبیین نہیں۔ یہ بات ہر کو
آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ صدر کے ساتھ کسی نائب صدر کا وجود کسی طرح بھ
خلافِ آئین نہیں۔

سوال ۱۵ کیا مودودی صاحب صدر کی موجودگی میں نائب صدر ک
خلافِ آئین قرار دے سکتے ہیں؟

مودودی صاحب کے نزدیک نبی کی حقیقت

مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔
"محض اصلاح کے لئے نبی دُنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف

اس کام کے لئے وہ آئے؟ نبی تو اسلئے مقرر ہوتا ہے کہ اُس پر وحی کی جائے۔ اور وحی کی ضروریات یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لئے ہوتی ہے یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لئے، یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لئے۔"

(رسالہ ختمِ نبوت صہ۳۶)

نبی کی یہ تینوں صورتیں تشریعی نبی کی ہیں۔ نبی کی چوتھی صورت جو انہوں نے اس سے پہلے صہ۳۵ پر بیان کی ہے۔ یہ ہے کہ:-

"ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔"

اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:-

"اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہو گئی۔" (رسالہ ختمِ نبوت صہ۳۶)

اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مودودی صاحب کی بیان کردہ پہلی تینوں صورتوں میں سے جو تشریعی نبوت کی صورتیں ہیں کسی صورت میں بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ جماعت احمدیہ انہیں ایسا نبی یقین کرتی ہے۔ چوتھی صورت مودودی صاحب کے نزدیک

ساقط ہے۔ اب پانچویں صورت کے متعلق سُنیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی حدیث میں جس کا پہلے ذکر آچکا ہے مسیح موعود کو چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے اور اس پر وحی کا نزول بھی بیان فرمایا ہے۔ شارع نبی تو کوئی آ نہیں سکتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نبی ہوا نہیں تو یہ پانچویں قسم کی نبوت اگر اصلاحِ خلق کے لئے نہیں ہے جو مسیح موعود کو حاصل ہو گی تو مودودی صاحب بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحِ موعود کو صاحبِ وحی اور نبی اللہ کیوں قرار دیا ہے؟ مطلق نبوت کے ارتفاع پر جب امت کا اجماع نہیں تو اب پانچویں قسم کا جو نبی آئیگا وہ اصلاح کے لئے نہیں ہوگا تو اور کس غرض کے لئے ہوگا؟ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ واشگاف الفاظ میں لکھتے ہیں:-

"فَاِنَّ مُطْلَقَ النُّبُوَّۃِ لَمْ تَرْتَفِعْ اِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ۔" (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صـ بحث ۳)

پس بے شک مطلق نبوت نہیں اُٹھی صرف تشریعی نبوت اُٹھی ہے۔

اُمید ہے کہ مودودی صاحب اب اپنے مضمون پر نظرِ ثانی کر کے اپنے خیالات میں اصلاح فرمالیں گے۔ اور یہ تسلیم کرلیں گے کہ محض اصلاح کے لئے بھی نبی آسکتا ہے۔

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو نبی آئے وہ سب اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا۔

(مائدہ رکوع ۷)

یعنی بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اس تورات کے ذریعہ کئی نبی جو خدا تعالیٰ کے فرمانبردار تھے یہودیوں کے لئے بطور حَکَم کام کرتے تھے۔

مسیح موعود کی شان میں بھی حدیث نبوی میں حَکَمٌ وعَدْلٌ کے الفاظ وارد ہیں۔ اگر حکمیت اصلاح خلق کے مترادف نہیں تو مودودی صاحب یوں سمجھ لیں کہ پانچویں قسم کا نبی بشانِ حکمیت آتا ہے اور مسیح موعود کی نبوت بھی جو حدیثوں میں بیان ہوئی ہے وہ بھی بشانِ حکمیت ہے۔ پس بشانِ حکمیت نبی کا آنا جبکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہو نبوت کی ایسی قسم ہے جو آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ اگر یہ منافی ختم نبوت ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ مسیح موعود کو امتی نبی قرار دیتے نہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے نبیوں کی طرح اسے امتِ محمدیہ میں حَکَم کی حیثیت میں آنے والا بیان فرماتے۔ فتدبروا یا اولی الابصار۔

مسیح موعود اور دجّال کی حقیقت

(۱) دجّال کے ظہور اور مسیح ابن مریم علیہ السّلام کے نزول کے متعلق اکثر احادیث درج کرنے کے بعد جو درحقیقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکاشفات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے تعبیر طلب ہیں مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

"آخری بات جو اِن احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال جس کے فتنہ عظیم کا استیصال کرنے کے لئے حضرت عیسٰی ابن مریم علیہ السّلام کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے ہوگا اور اپنے کو مسیح کی حیثیت میں پیش کرے گا .....

آج تک دُنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوشخبریاں ان کو دی گئی تھیں ...... اس کی خیالی لذّت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ امید لئے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک جنگی اور سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث سمجھتے ہیں) انہیں واپس دلائے گا - اور دُنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا لا کر اسی ملک میں پھر سے جمع کر دیگا۔

اب اگر کوئی شخص مشرقِ وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ یہ فوراً محسوس کریگا کہ اس دجال اکبر کے لئے اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے جو حضورؐ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق مسیح موعود بن کر اٹھے گا ......

اس مسیح دجال کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مثیلِ مسیح کو نہیں بلکہ اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا ...... مسیح دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا۔ ٹھیک اس نازک موقعہ پر دمشق کے مشرقی حصے میں سفید مینار کے قریب (اور یہ سفید مینار اس وقت وہاں موجود ہے) حضرت عیسیٰ ابن مریم صبحدم نازل ہوں گے۔ اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلہ پر لے کر نکلیں گے۔ اُن کے حملے سے دجال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے (جہاں حدیث میں تو اس کے خدا کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱) مگر مودودی صاحب کی بناوٹ کے مطابق) اسرائیل کی طرف پلٹے گا۔ اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لُدّ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ اُن کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔"

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۵۷ تا ۶۱)

ہم نے مودودی صاحب کے اقتباس کا ضروری حصہ انہی کے الفاظ میں

اوپر درج کر دیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس طرح یہودی سچے مسیح کا انکار کرکے بقول مودودی صاحب ایک اور اسرائیلی کے مسیح موعود بن کر آنے کے قائل ہیں، جسے وہ اپنا جنگی اور سیاسی لیڈر سمجھتے ہیں اسی طرح مودودی صاحب بھی سچے مسیح موعود کا انکار کرکے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے امتِ محمدیہ کا مسیحِ موعود بن کر بصورت جنگی و سیاسی لیڈر کے مسلمانوں کو انتظار دلانا چاہتے ہیں۔

یہودیوں سے کوئی مسیح موعود ظاہر نہیں ہوگا

مگر مودودی صاحب کی یہ اُمید کبھی بر نہیں آئے گی کہ یہودیوں میں سے کوئی شخص مسیح موعود کا دعویٰ کرکے کھڑا ہوگا جو دراصل مسیح الدجال ہوگا اور یہودی اسے مسیح موعود قبول کرکے اپنا سیاسی اور جنگی لیڈر بنائیں گے کیونکہ یہودی تو ایلیا نبی کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں۔ اور اپنے موعود مسیح کی آمد سے پہلے ملاکی نبی کی پیشگوئی کے مطابق ایلیا نبی کے دوبارہ آسمان سے اُتر کر آنے کے قائل ہیں۔ اور دیوارِ گریہ کے ساتھ سر جوڑ کر رو رو کر دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایلیا نبی کو جلد دوبارہ بھیجے۔ انہوں نے ایلیا کے آسمان سے اصالتاً آنے کا قائل ہونے کی وجہ سے ہی اپنے سچے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا انکار کر دیا تھا۔ اور ان کی اس تاویل کو صحیح تسلیم نہیں کیا تھا کہ

یوحنا (یحیٰی علیہ السلام) ایلیا کی قوّت اور روح میں آنے کی وجہ سے پیشگوئی کا موعود ہے اسلئے ایلیا نبی اپنے مثیل کی صورت میں مجھ سے پہلے آچکا ہے۔

جب یہودیوں کے عقیدہ کا یہ حال ہے تو ان میں سے کوئی مسیح موعود کا دعویٰ کر کے ان میں مقبول نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہودیوں میں سے کوئی ایسا جھوٹا مدعی بھی ظاہر نہیں ہو سکتا جسے یہودی سچا تسلیم کر کے اپنا مسیح موعود اور جنگی اور سیاسی لیڈر مان لیں جب تک اصلی ایلیا ان کے عقیدہ کے مطابق آسمان سے نہ اُترے۔ پس نہ یہودیوں میں سے کوئی مسیح موعود بن کر آسکتا ہے جسے یہودی قبول کر لیں اور نہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس مفروض دجال کو قتل کرنے کے لئے آنے کی ضرورت ہوگی۔

حدیثوں میں مذکورہ دجال یہودیوں کی شاخ یعنی عیسائیوں سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اس سے مقابلہ کے لئے مسیح موعود کا ظہور بھی عرصہ ہُوا ہو چکا ہے۔ مگر مودودی صاحب اسے شناخت نہیں کر سکے۔

دجال سے متعلقہ احادیث پر مودودی صاحب کا سابقہ تبصرہ

مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) "کانا دجال وغیرہ سب افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں۔ عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہوں ان کی کوئی ذمہ داری اسلام

پر نہیں اور اُن میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا"۔

(ترجمان القرآن ستمبر اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(۲) "دجّال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اسی حد تک تھا کہ ایک بڑا دجّال ظاہر ہونے والا ہے اور اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا اور کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔ کبھی آپؐ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجّال خراسان سے اٹھے گا۔ کبھی یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے درمیانی علاقہ سے...... آخری روایت یہ ہے کہ ۱۹۶۰ھ

میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آکر اسلام قبول کیا اور آپ کو قصہ سُنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحیرہ روم یا بحر عرب) سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجّال ہے تو آپ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرما دیا کہ اس بیان کے رُو سے دجّال بحر روم یا بحر عرب میں ہے۔ مگر مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ یہ تردّد اوّل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپؐ نے وحی کی بناء پر نہیں فرمائی تھیں اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں ہے جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپؐ کی نبوّت پر کوئی حرف آتا ہو یا جس پر ایمان لانے کے لیئے ہم مکلف کئے گئے ہوں ..... حضورؐ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا اندیشہ صحیح نہیں تھا۔ اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی

اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ
اسے حدیث کا صحیح فہم کہا جا سکتا ہے۔" (رسالہ ترجمان القرآن
فروری ۱۹۴۱ء و رسائل و مسائل ص ۵۷)

اس بیان پر ذیل کے سوال پیدا ہوتے ہیں:۔

سوال نمبر ۱۶ جب دجال کے متعلق روایات مودودی صاحب کے
مشکوک ہیں تو انہوں نے ان روایات کو کس سیاسی
ماتحت نقل کیا ہے کیونکہ مذہبی لحاظ سے تو بقول ان کے ان کا نقل در
کرتے جانا نہ اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ حدیث کا صحیح فہم؟

سوال نمبر ۱۷ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "یہ نہیں بتایا گیا کہ
کب، اور کہاں ظاہر ہوگا" تو مودودی صاحب نے کیوں اس م
میں یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ دجال موجودہ ریاست فلسطین کے
میں سے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے کھڑا ہوگا اور پھر دمشق میں خروج کر
حالانکہ تمیم داری کی روایت سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دجال
متعلق فرما چکے ہیں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا اور دمشق مدینہ م
سے مشرق میں نہیں؟

(ب) مودودی صاحب دجال اور مسیح بن مریمؑ کے نزول کے متع
احادیث کے الفاظ یکسر الصلیب کو ظاہری معنوں میں نہ لے کر ان کی

الہ میں یہ تعبیر کرتے ہیں کہ :-

"عیسائیت الگ دین کی حیثیت میں ختم ہو جائیگی" (ختم نبوت ص۴۸)

حدیث کے الفاظ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ کے ظاہری معنی ترک کر کے ان کی یہ تعبیر
تے ہیں کہ :-

"جب وہ (حضرت عیسٰی علیہ السلام) بتائیں گے کہ میں نے تو اپنے
پیروؤں کے لئے سؤر حلال نہیں کیا تھا اور نہ شریعت کی پابندی سے
آزاد ٹھہرایا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی
خاتمہ ہو جائے گا" (رسالہ ختم نبوت ص۴۸)

یعنی اس طرح صلیب کا توڑنا ظاہری طور پر نہ ہوگا اور مسیح موعود ظاہری طور
خنزیر کو قتل نہیں کرے گا۔ بلکہ عیسائیوں کو اس کا گوشت کھانے کے لئے مارنے
سے روک دینا حضرت مسیح کے سؤروں کو قتل کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ گویا مودودی
صاحب نے اِن الفاظ کو استعارہ مان لیا ہے۔

سوال نمبر ۱۸ لہٰذا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حدیث کے
ایک حصہ کو انہوں نے استعارہ مان لیا ہے تو کیوں
اس کے دوسرے حصہ یعنی عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کے فرشتوں کے
کندھوں پر ہاتھ رکھے دمشق کے مینارہ کے پاس آسمان سے اُترنے
اور دجّال کو حربہ کے ساتھ قتل کرنے کے الفاظِ حدیث کو ایک مثیلِ مسیح کے

آسمانی تائید کے ساتھ آنے اور دلیل کے حربہ کے ساتھ دجال کو
کو مٹانے کے لئے استعارہ یقین نہ کیا جائے؟

(ج) مودودی صاحب فرماتے ہیں :۔

"حیاتِ مسیح اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا۔" (تقریر مودودی صاحب اچھرہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء ماخوذ از آئینہ مودودیت)

پھر فرماتے ہیں :۔

"مسیح علیہ السلام کے رفع کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔"

(اخبار کوثر ۲۱ فروری ۵۱ء)

اس حقیقت کے باوجود مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ختم نبوت میں نزولِ مسیح کی احادیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اصالتاً نا[زل] ہونے کا یقین دلانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ احادیث کے متعلق ان[کا] مذہب یہ ہے :۔

"آیاتِ قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ واقعی حضور کی ہیں یا نہیں۔" (رسائل و مسائل صنے ۲۷)

سوال نمبر ۱۹ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مودودی صاحب نے کیوں ا[پنے]

یدہ اور اِس مسلک کے خلاف نزولِ مسیح کی احادیث سے حضرت عیسیٰ
یہ السلام کے اصالتاً آسمان سے اُترنے پر عوام الناس کو یقین دلانے
و شِش کی ہے جبکہ وہ از روئے قرآن مجید اُن کے آسمان پر زندہ
ٹھائے جانے کو قطعی اور یقینی نہیں سمجھتے اور روایات میں قرآن مجید
ے بالمقابل اِس شک کی گنجائش موجود قرار دیتے ہیں کہ یہ واقعی آنحضرت
لی اللہ علیہ وسلم کی ہیں یا نہیں ؟

(د) مودودی صاحب امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ایک حدیث پر
صرہ کرتے ہوئے لکھ چکے ہیں :۔

" حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش اور
امتحان کا کوئی موقعہ باقی نہ رہے حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے
کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سنّت کو امام مہدی
ہی میں بدل دیگا ۔ اور ان کی بعیت کے وقت آسمان سے منادی
کر دیگا کہ لوگو ! یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے ۔ اس کی سنو اور اطاعت
کرو "
(ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء)

سوال نمبر ۲ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مودودی صاحب حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے دمشق
کے مشرق میں سفید مینارہ کے پاس ظاہری طور پر اتر آنے کا لوگوں کو کیوں

یقین دلانا چاہتے ہیں ؟ کیا یہ امر سنت اللہ اور حکمتِ خداوندی کے
نہیں ؟ کیا اس سے "حقیقت" مہدی کے متعلق آسمان سے آواز آنے
بڑھ کر بے نقاب نہیں ہو جاتی اور عقلی آزمائش اور امتحان کا موقعہ
نہیں ہو جاتا ؟

(۵) مودودی صاحب اپنے رسالہ میں یہ یقین دلانا چاہتے ہیں
علیہ السلام کے نازل ہوتے ہی مسلمان اور عیسائی سب انہیں قبول کر لیں گے
وہ لکھتے ہیں :-

"اس وقت ملتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملت میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح نہ جنگ ہو گی اور نہ کسی پہ جزیہ عائد کیا جائے گا۔" (رسالہ ختم نبوت ص۲۱)

سوال نمبر ۲۱ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت آدم علیہ السلام
زمانہ سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کے زمانہ
بھی ایسا ہوا ہے کہ اس کے آتے ہی بلا مقابلہ اس کے زمانہ کے سب
لوگوں نے اسے یکدم قبول کر لیا ہو۔ کیا ایسے عقیدہ سے حضرت عیسیٰ علیہ ال
کو بلحاظ قبولیت ایسی عظمت نہیں مل جاتی جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی حتیٰ کہ آنحض
صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ عظمت (نعوذ باللہ) حاصل نہ ہوئی کہ ان کی قوم
نے بلا مقابلہ انہیں قبول کر لیا ہو ؟

دی صاحب کی بے اصولی

پس مودودی صاحب کا دجال اور نزولِ مسیح کے متعلق یہ سارا مضمون ان کے
علمات اور مسلک کے خلاف ہے۔ اور ان کے بے اصولے پن کا ایک شاہکار ہے۔

ہمارا مسلک احادیث کے متعلق

ہمارا مسلک ایسی احادیث کے متعلق جو اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہیں کسی بے اصولی پر مبنی
چونکہ احادیث جو اخبارِ غیبیہ پر مشتمل ہیں وحی خفی یعنی مکاشفات سے تعلق
ہیں۔ اسلئے ایسی احادیث مکاشفات اور رؤیائے صالحہ کی طرح تعبیر طلب
ہیں۔ اور ہم ان کی ایسی تعبیرات کرتے ہیں جن سے عقلی آزمائش اور امتحان باقی
ور یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ کا ثواب اُٹھ نہ جائے۔ اور سنت اللہ اور حکمتِ
ندی قائم رہے۔ اگر کسی جگہ دو یا زیادہ حدیثیں بظاہر مختلف مضمون بیان
ہوں تو ہم ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر ایسی حدیثوں میں
ن نہ دی جا سکتی ہو تو پھر ہم اقرب الی الصواب کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم اخبارِ
پر مشتمل احادیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کی
ے استخفاف پسند نہیں کرتے جیسا کہ مودودی صاحب نے کانا دجال کے
پر مشتمل احادیث کو افسانہ قرار دیا ہے جو صریح استخفاف ہے۔ مودودی
ب نے تو ھذا خلیفۃ اللہ المھدی کی حدیث کو رد کر دیا ہے مگر ہم

اسے بھی صحیح حدیث سمجھتے ہیں۔ کیونکہ احمدیوں کے نزدیک امام مہدی
آسمانی نشان جو رمضان شریف میں چاند اور سورج کے گرہن کی صو
ظاہر ہوا وہ ایک طرح سے آسمانی آواز ہی تھی۔ جو بتا رہی تھی کہ خدا تع
خلیفہ مہدی آ چکا ہے، اس کی سنو اور اطاعت کرو۔ مگر افسوس
مودودی صاحب کے روحانی کان اس کے سننے سے محروم رہے۔ علاو
کئی احمدیوں کو الہامی طور پر یہ خبر دیا جانا بھی کہ امام آخر الزمان کا ظہ
ہے آسمانی آواز ہی ہے جو انہوں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں سنی

اس موقعہ پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم دجال کے ظہور اور مسیح
کے نزول کے متعلق احادیث کی اہم باتوں کی تعبیرات بھی لکھ دیں۔

دجال کے ظہور اور نزولِ مسیحؑ کی احادیث کی صحیح تعبی

(۱) مسیح ابن مریم کے نزول سے ان کے کسی مثیل کا آسمانی تائید
ساتھ آنا مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکاشفہ میں ان کا دو فر
کے پروں پر ہاتھ رکھے اترتے دکھائی دیئے جانے کی تعبیر یہ ہے کہ
مسیح کو ملائکہ کی تائید حاصل ہو گی۔

(۲) صبح کے وقت نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعو
ظہور ایسے وقت ہو گا جبکہ اسلام سے تاریکی کا دور دور ہونے اور اس

[...]ۂ ثانیہ کا وقت آجائے گا۔

(۳) مسلمانوں کے صبح کی نماز کی تیاری کے وقت مسیح کے نازل ہونے [...]ے یہ مُراد ہے کہ مسیح موعود کی آمد سے پہلے مسلمانوں کی ایک جماعت خدمتِ [...]سلام کے لئے آمادہ ہوگی اور اس کی منتظر ہوگی۔ اور اس کے دعویٰ کرنے پر [...]ے اپنا امام تسلیم کرلے گی۔ مسیح موعود کا اس وقت یہ کہنا کہ "فَرِّجُوا بَیْنِیْ [...]بَیْنَ عَدُوِّ اللّٰہِ" سے یہ مراد ہے کہ یہ جماعت دجّال سے مقابلہ کرنا چاہتی [...]گی مگر اپنے طریق پر اس کے مقابلہ کے قابل نہیں ہوگی۔ اسلئے دجّال کے [...]قابلہ میں مسیح موعود اپنے تئیں پیش کر دے گا۔ اور اس کی دلیل کے حربہ سے [...]جالی تحریک ختم ہوگی۔ یہی دجّال کا قتل ہے۔

(۴) دمشق کے مشرق میں سفید مینارہ کے پاس نزول کی تعبیر وہ مقام [...]ہے۔ جہاں مسیح موعود کا ظہُور ہونے والا تھا۔ قادیان کا نُورانی مقام دمشق سے [...]شرق میں ہی واقع ہے۔ جہاں سے مسیح موعود نے دعویٰ کیا ہے۔ اِس تعبیر سے [...]شق کے مشرق میں مسیح کے نازل ہونے والی حدیث اور مدینہ منوّرہ کے مشرق [...]یں دجال کے ظاہر ہونے کی دونوں حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے ورنہ دمشق [...]دینہ منوّرہ سے مشرق میں نہیں۔

اِن حدیثوں کے مطابق مسیح موعود کو دجّال کا مقابلہ ایسے مقام سے کرنا [...]چاہیئے جو دمشق سے بھی مشرق میں ہو۔ اور مدینہ منوّرہ سے بھی مشرق میں ہو۔ اور

یہ مقام ہندوستان اور اس کا صوبہ پنجاب ہے۔

پس اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی تحریک ہندوستان سے ہی شروع ہو... تھی جو مذاہب کی منڈی تھی اور یہ خصوصیت کسی اور ملک کو حاصل نہ تھی کہ... سب مذاہب پائے جائیں۔

دمشق کے مشرق میں سفید منارہ کے پاس مسیح کے نزول کی حدیث ایک... سے ظاہری الفاظ میں بھی پوری ہو چکی ہے کیونکہ ۱۹۲۴ء میں حضرت میر... بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے سفر دمشق میں اس سفید منا... کے پاس نزول اجلال فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات... میں آپ کے اس فرزند موعود کو بھی ایک مسیح قرار دیا گیا ہے۔ نیز تابع کے ذر... کسی پیشگوئی کا پورا ہونا بھی متبوع کے ہاتھ سے ہی پورا ہونا سمجھا جاتا ہے۔ جیسے حضرت... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آپ کے ایک مکاشفہ میں قیصر و کسریٰ کے خزائن... کی چابیاں دی گئیں۔ مگر یہ پیشگوئی حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر ان کی خلافت کے زمانہ میں پوری ہوئی۔ (یہ حدیث صحیح بخاری[1] میں موجود ہے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبل ازیں اس کی تعبیر میں فرما چکے تھے۔ ثُمَّ یُسَافِرُ الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْ خَلِیْفَۃٌ مِّنْ خُلَفَائِہٖ اِلٰی اَرْضِ دِمَشْقَ (حمامۃ البشریٰ ص۳۷)

(۵) روایت نمبر ۲۱ کے ان الفاظ سے کہ پتھر اور درخت پکار اٹھیں گے کہ اے عبد اللہ، اے عبد الرحمٰن، اے مسلم یہ الیہودی ہے۔ اسے قتل کر دو۔ مودودی

---

[1]: صحیح بخاری مصری جلد ۴ ص۱۵۱ باب رؤیا اللیل۔

ب کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ دجّال یہودی ہوگا۔ حالانکہ یہ سب الفاظ بھی تعبیر
ب ہیں کیونکہ پتھر اور درخت کا ظاہری طور پر پکار اُٹھنا بھی اسی طرح سنّت اللہ
حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے جیسے مودودی صاحب کے نزدیک آسمان
یہ آواز آنا کہ یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو،
ت اللہ اور حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے پس حجر و شجر کے پکار
نے کی تعبیر یہ ہے کہ جن دلائل کو دجّال مضبوط اور تسلّی دہندہ سمجھ کر
کی پناہ لے رہا ہوگا وہ دلائل بزبانِ حال مسیح موعود اور اس کی مسلم
عت کے سامنے خود اپنی کمزوری کا اعلان کر رہے ہونگے۔ اور مسیح موعود
اس کی جماعت کے دلائل کے سامنے دجّال اپنے ان دلائل سے
ی پناہ اور سہارا نہیں پا سکے گا اور حسب آیت لِيَهْلِكَ مَنْ
لَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ کہ ہلاک ہوا وہ جو دلائل سے ہلاک ہو۔
ال دلائل کی رُو سے ہلاک ہو جائے گا اور یہی اس کا قتل کیا جانا
۔ جس کے بعد اس کی قوم اسلام میں نیا رُوحانی جنم لے گی۔
کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کے الفاظ کی تعبیر خود مودودی صاحب نے بھی
کی ہے کہ عیسائیت الگ دین کی صورت میں ختم ہو جائے گی۔
(۶) اِس حدیث دجّال کو "الیھودی" اسلئے کہا گیا ہے کہ عیسائیت
در اصل یہودی مذہب کی ایک شاخ ہے۔ نیز اپنے زمانہ

کے مسیح موعود کا انکار کرنے کی وجہ سے جس طرح یہود نے حضرت مسیح ابن
علیہ السلام کا انکار کر دیا تھا۔ دجال یہودیوں سے مشابہت رکھنے
ان کا مثیل ہو جانے کی وجہ سے تمثیلی زبان میں الیہودی قرا
گیا ہے۔ پس الیہودی دجال کا وصفی نام ہے نہ کہ خا
کیونکہ اسی حدیث میں آگے مسیح موعود کی جماعت کے متعلق لکھا ہے
وَیَکْسِرُوْنَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُوْنَ الْخِنْزِیْرَ کہ وہ صلیب
توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ جس سے خود مودودی
عیسائیت کا الگ دین کی صورت میں ختم ہو جانا مراد لے رہے ہیں
مسیحی دجال دراصل یہودی نہیں اُسے تمثیلاً الیہودی قرار دیا گیا ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دجال کے فت
سے بچنا چاہے وہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیات کی تلاوت کرے[1]۔ آنحض
صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ یہ آیات پڑھنے والا دجال کے نمایا
وصف کو معلوم کر کے اس کی شناخت کر لے گا۔ اس لئے اس کے فتنہ میں
مبتلا ہونے سے بچ جائے گا۔ سورۃ کہف کی پہلی دس آیات میں دجال
کا پتہ دینے والی اہم آیت یہ ہے:۔

وَیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ٥ مَا
لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِھِمْ (کہف رکوع ۱)

[1]:۔ کنز العمال جلد ۷ ص ۱۴۳ و صحیح مسلم باب خروج الدجال۔

یعنی اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرتا ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹا بنا لیا ہے۔ اس بات کا نہ انہیں علم ہے اور نہ اُن کے آباء کو۔

سورۃ مریم میں اس کو فتنۂ عظیمہ قرار دیا گیا ہے

سُورۃ مریم کے آخر میں جس کا تعلق عیسائیوں سے ہے اس فتنۂ عظیمہ کا ذکر تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ کی آیت میں کیا گیا ہے۔ یعنی قریب ہے کہ ان کے خدا کا بیٹا بنانے سے آسمان پھٹ جائیں۔ اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ اس سے بڑا مذہبی فتنہ قرآن مجید میں اور کوئی بیان نہیں ہوا۔ اور حدیث میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا قرار دیا گیا ہے۔

پس دجال کا خروج عیسائیوں میں سے ہی ہونے والا تھا۔ چنانچہ خدا کا بیٹا بنانے والے اور اس عقیدہ پر اصرار کرنے والے اس آخری زمانہ میں مغربی اور یورپین پادری ہیں جو اس عقیدہ کی جابجا تبلیغ کرتے پھرتے ہیں کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ بلکہ وہ خود خدا ہیں۔

پس دجال دراصل عیسائیوں میں سے ہی ظاہر ہونے والا تھا۔

نہ کہ یہودیوں میں سے عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دینے والے یہودی جو صدرِ اسلام میں موجود تھے اب بالکل معدوم ہو چکے ہیں۔

(۷) مسیح موعود کا حربہ جس سے وہ دجّال کو قتل کرنے والا محض سماوی حربہ ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث میں مسیح موعود کے متعلق یَضَعُ الحَرْبَ کے الفاظ وارد ہیں (جن کا یہ مطلب ہے کہ مسیح موعود لڑائی کو روک دے گا۔ یعنی اس کا مقابلہ رو... ہوگا نہ ظاہری لڑائی سے) یہ سماوی حربہ اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی موت سے بچ کر کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ اور وہاں آپ نے اپنی طبعی زندگی کے دن گزار کر وفات پائی تھی۔

کتاب جیزز اِن روم (JESUS IN ROME) کے بیان سے ظاہر ہے کہ اب محقق عیسائی بھی اس خیال کی حمایت کرنے لگے ہیں۔ حال ہی میں کوہ ایتھاس سے انجیل مرقس کا ایک قدیمی نسخہ برآمد ہوا ہے جس میں مسیح کے مشرق میں ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔ جو صاحب اس مضمون کے متعلق سیر حاصل بحث معلوم کرنا چاہیں وہ ہمارے ذیل کے رسائل و کتب کا مطالعہ کریں:-

(۱) مسیح ہندوستان میں۔ مصنفہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ۔

(۲) مسیح مشرق میں۔ (۳) مسیح کشمیر میں۔ (۴) صحائف قمران۔
(۵) قبطی انجیل کا انکشاف۔ (۶) مسیح بلادِ شرقیہ میں۔

ان میں سے بعض رسائل صیغہ نشر و اشاعت نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ سے طلب کئے جا سکتے ہیں۔

اس عقیدہ کے پھیل جانے سے عیسائیت اور یہودیت دونوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جہاں جہاں یہ عقیدہ پھیلتا جا رہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی موت سے بچ کر مشرق میں ہجرت کر گئے تھے وہاں دجالی تحریک ساتھ ہی ناکام ہوتی جا رہی ہے۔

(۸) مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث میں دجال کا مقامِ قتل دمشق بھی بیان ہوا ہے (حدیث ۱۶) جبلِ افیق کی گھاٹی کا قرب بھی (حدیث ۲۰) اور بابِ لُدّ بھی (حدیث ۱۵) جبل افیق اور بابِ لُدّ کے درمیان مودودی صاحب کے رسالہ میں دیئے گئے نقشہ کے مطابق بعد المشرقین ہے یعنی جبلِ افیق، ریاست فلسطین سے باہر شمال مشرق میں ہے۔ اور بابِ لُدّ ریاست کی سرحد پر جنوب مغرب میں۔ اس امر کی وضاحت کے لئے ہم مودودی صاحب کے رسالہ ختمِ نبوت میں دیئے گئے نقشہ کا عکس درج ذیل کرتے ہیں:۔


دمشق
لبنان
شمال
مشرق
مغرب
شام
افیق
یہودی ریاست
جھیل طبریہ
دریائے اردن
ابیض
تل ابیب
بیت المقدس
مصر
۵
۵۰
پیمانہ بحساب میل

اس نقشہ سے یہ حقیقت واضح ہے کہ جبلِ اُفیق سے بابِ لُدّ بہت دُور واقع ہے۔ اور دونوں جگہ دجّال کی ظاہری ہلاکت درست نہیں ہوسکتی۔ مودُودی صاحب نے دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے یہ تاویل کی ہے کہ دجّال جبلِ اُفیق سے حضرت مسیح بن مریم علیہ السّلام سے پسپا ہونا شروع ہوگا اور آپ بابِ لُدّ تک اس کا تعاقب کرکے اُسے قتل کریں گے۔ گویا ایک حدیث میں دجّال کی ہلاکت کی تعبیر ان کے نزدیک دجّال کی پسپائی ہے۔ مگر یہ تعبیر بھونڈی ہے۔ کیونکہ دجّال کی ہلاکت کے لئے حدیثوں میں تین مقام بیان ہوئے ہیں۔ اوّل دمشق۔ دوم جبلِ اُفیق۔ سوم بابِ لُدّ۔ چونکہ دجّال کا قتل ظاہری طور پر مراد نہیں تھا بلکہ مودُودی صاحب کی کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر کی تعبیر کی طرح اس کی تعبیر بھی عیسائیت کا ختم ہوجانا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن تینوں مکاشفات کی تعبیر یہ ہے کہ دجالی تحریک کا انجامکار شہروں میں بھی خاتمہ ہوجائے گا۔ پہاڑی علاقوں میں بھی خاتمہ ہوجائے گا۔ اور میدانی علاقوں میں بھی خاتمہ ہوجائے گا۔

دمشق شہروں کا قائم مقام ہے۔ اور جبلِ اُفیق پہاڑی مقامات کا۔ اور بابِ لُدّ میدانوں کے دیہاتی علاقوں کا۔ اس طرح یہ سب حدیثیں ایک دُوسرے کے مطابق ہوجاتی ہیں۔ اور دجّال کے ہر جگہ کلّی استیصال کو ظاہر کرتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دمشق، جبلِ افیق اور باب لُدّ وغیرہ کے بعض علاقوں کا مکاشفات میں دکھایا جانا اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بھی تھا کہ بگڑی ہوئی عیسائیت کی بنیاد اور تبلیغ کے لئے یہ علاقے ایک تاریخی پس منظر کی حیثیت رکھتے تھے

دجالی تحریک کا لمبا مقابلہ

احادیث میں دجالی تحریک کا ساری دنیا میں مسیح موعود کے حربہ سے یکدم ختم ہو جانا مراد نہیں بلکہ جس طرح مذہبی تحریکات کامیابی کے لئے ایک لمبے وقت اور جدّ وجہد کو چاہتی ہیں اسی طرح دجالی تحریک کے کلی استیصال کے لئے لمبا زمانہ چاہیئے جبکہ تمام مذاہب کو خدا تعالیٰ بموجب حدیثِ نبوی ہلاک کر کے اسلام میں داخل کر دے گا۔ چنانچہ ایک حدیثِ نبوی میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ وارد ہے :-

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... قَالَ (موسیٰ) يَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی الْاَلْوَاحِ اُمَّةً يُؤْتَوْنَ الْعِلْمَ الْاَوَّلَ وَالْاٰخِرَ فَيَقْتُلُوْنَ قُرُوْنَ الضَّلَالَةِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ (دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

یعنی ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... موسیٰ نے کہا اے میرے رب

میں الواح میں ایک قوم کا ذکر پاتا ہوں جنہیں پہلا[1] اور آخری علم دیا جائے گا پس وہ ضلالت کی صدیوں میں مسیح الدجال کا مقابلہ کرتے رہیں گے۔

اس حدیث کی روشنی میں مسیح موعود کی جماعت کو دجال کے ساتھ لمبا عرصہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ تب جاکر دجالی تحریک کا خاتمہ ہوگا اور اس طرح دجال ہلاک ہوگا۔ یہ نہیں کہ مسیح موعود کے دعویٰ کے ساتھ ہی آناً فاناً دجال قتل کر دیا جائے گا۔

(۹) مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث میں ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے اور جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی وہاں تک اس کا دم پہنچے گا۔ ظاہری طور پر یہ اعجوبہ بھی عقلی آزمائش اور امتحان کو کالعدم کرتا ہے۔ اور سنتِ الٰہیہ اور حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ لہٰذا مسیح موعود کے دم سے کافروں کے مرنے کی تعبیر یہ ہے کہ مسیح موعود کی بددعا سے وہ کافر مریں گے، جن پر اس کی بددعا کے لئے نظر پڑے گی۔ یہ مراد نہیں کہ اس کا سانس زہریلا ہوگا۔ جس سے ہر کافر حدِ نظر تک مرتا چلا جائے گا۔ اگر یہ مراد ہوتی تو دجال کو حربہ سے قتل کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ مسیح موعود کا زہریلا سانس ہی اسے ہلاک کر دیتا۔ چونکہ دجال ایک شخص نہیں بلکہ ایک خاص تحریک ہے اسلئے اس کا استیصال

---

[1] :۔ حدیث میں پہلے اور پچھلے علم پر قتلِ دجال متفرع کیا گیا ہے لہٰذا دجال کا قتل علمی دلائل

دلیل کے ساتھ لمبے عرصہ تک مقابلہ کو چاہتا ہے۔

(۱۰) دجال کی روایات میں اس کے مقاماتِ خروج میں اختلاف ہے۔ اس کا خراسان سے خروج بھی مذکور ہے۔ اصفہان سے خروج بھی مذکور ہے۔ دمشق اور شام و عراق کے درمیان سے خروج بھی مذکور ہے تمیم داری کی روایت کے مطابق جزیرہ سے خروج بھی مذکور ہے۔ اور مدینہ منورہ سے مشرق میں خروج بھی مذکور ہے۔

اِن روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دجال ایک شخص نہیں بلکہ اس کے مظاہر مختلف اشخاص اور ان کی تحریکات ہیں جو مختلف مقامات سے مختلف رنگوں میں خروج کرنے والے تھے۔ جزیرہ (برطانیہ) سے نکل کر ہندوستان میں خروج کرنے والا دجال یورپین پادریوں کی تحریک تھی۔ جس کا انگریزوں کے ہندوستان پر مسلط ہونے کے بعد ایک سیلاب اُمڈ آیا تھا اور اس وقت مسلمانوں کے کئی شریف گھرانے عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے اور جا رہے تھے۔

(۱۱) مودودی صاحب کانا دجال کے ذکر پر مشتمل احادیث کو افسانہ قرار دے چکے ہیں۔ مگر ہم اِن احادیث کو اُن کی طرح افسانہ نہیں بلکہ تعبیر طلب سمجھتے ہیں کیونکہ دراصل ایسی حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشوف پر مشتمل ہیں۔ پس دجال کے دائیں آنکھ سے کانا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی

رُوحانی آنکھ نابینا ہو گی۔ چنانچہ یورپین پادریوں کی دینی نابینائی کا اِس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ وہ ایک انسان کو خُدا بنا رہے ہیں۔ جو تمام حوائجِ بشری رکھتا تھا۔

(۱۲) دجّال اور مسیح ابن مریمؑ کے نزول کے متعلق جو احادیث مودودی صاحب نے پیش کی ہیں ان میں سے بعض میں ہے کہ مسیح علیہ السلام مسلمانوں کے امیر کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور بعض میں ہے کہ وہ خود امام ہوں گے۔ دونوں قسم کی روایات میں بظاہر تضاد ہے۔ مودودی صاحب نے دوسری قسم کی احادیث کو رد کر دیا ہے۔ اور مسیح ابن مریم کو بعد از نزول مسلمانوں کے امیر کے تابع قرار دیا ہے۔ جو ایک نبی کی صریح ہتک ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں قسم کی احادیث میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ چونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ کے مامُور کی دو حیثیتیں ہیں، ایک مقامِ مہدویت کی اور دُوسری مقامِ عیسویت کی جیسا کہ مسند احمد حنبل کی حدیث یُوْشِکُ مَنْ عَاشَ مِنْکُمْ اَنْ یَلْقٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِمَامًا مَھْدِیًّا سے ظاہر ہے کہ جس شخص کو عیسیٰ قرار دیا گیا ہے اُسی کو امام مہدی بھی قرار دیا گیا ہے۔ یہ موعود امام "المھدی" ہونے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل بروز ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا کامل بروز ہونے کی وجہ سے اُمت کا مسیح موعود بن کر عیسائیوں کی اصلاح کرنے والا تھا لہذا اسکی

مہدی ہونیکی حیثیت اصل اور مقدّم ہے اور مسیح ہونے کی حیثیت فرع اور متاخر ہے۔ مگر چونکہ مسیح موعود ہی امام مہدی بھی ہے اسلئے مکاشفہ میں آنحضرت صلعم کو اسے بحیثیت مہدی کے امام دکھایا گیا۔ بحیثیت مسیح کے مقتدی۔ اور دوسری احادیث میں اسکے ایک شخص ہونیکی وجہ سے مسیح موعود کو ہی امام قرار دیدیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری اس تعبیر کو درست نہ سمجھے تو اُسے دُوسری احادیث کی روشنی میں جو مسیح اور مہدی کو ایک ہی شخص قرار دیتی ہیں پہلی قسم کی احادیث کو رد کرنا پڑے گا۔ مگر رد کی بجائے تطبیق کو ترجیح حاصل ہے اسلئے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۱۳) مودودی صاحب کی پیش کردہ روایت ۵ میں ہے کہ مسیح مسلمانوں کا امام بنے گا تو جب اُسے خدا کا دشمن (دجال) دیکھے گا تو دجال اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک میں پانی پگھلتا ہے اگر مسیح اسے اس حالت پر چھوڑ دے تو وہ خود پگھل جائے یہاں تک کہ ہلاک ہو۔ لیکن خدا تعالیٰ اسے مسیح سے قتل کرائیگا اور وہ مومنوں کو اپنے حربہ پر اس کا خون دکھلائے گا۔

اِس حدیث میں مسیح موعود کے ظہور پر دجّال کی یہ حالت بیان کی گئی ہے کہ مسیح موعود کی رُوحانی تحریک سے ایک ایسی ہوا چلے گی کہ دجّال کو یہ احساس پیدا ہو جائیگا کہ میری قوم کے معاشرہ میں مادہ پرستی آجانے کی وجہ سے انکی مذہبی حالت آہستہ آہستہ انحطاط پذیر ہو رہی ہے۔ اگر مسیح موعود انہیں اس حالت پر چھوڑ دیتے تو عیسائیت مادہ پرستی میں فنا ہو جاتی۔ لیکن چونکہ یہ امر اسلام کے لئے مفید نہ تھا